





شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحؒ کی تبلیغ

قرآن وسنّت کے اثرات

ایک دفعہ ایک نوجوان

میرے پاس آیا اپنے تھیلے سے اُس نے خدام الدین نکال کر کہا میں کنجر ہوں۔ اِس کو پڑھ کر میں نے، میری بیوی، میرے بھائی، میری بھاوجہ اور ہماری لڑکیوں سب نے توبہ کی ہے۔ اُس نے کہا میرا اپنا مکان ہے جو اس وقت کم از کم تیس ہزار کا ہے لیکن وہ حرام کی کمائی کا ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ (اُس مکان کو چھوڑ دوں) اور مجھے کوئی اور مکان الاٹ ہو جائے مجھے افسوس ہے کہ میں اس کی خواہش پوری نہ کر سکا۔ کیونکہ میں افسروں سے راہ و رسم نہیں رکھتا۔

(ملفوظات طیبات)

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ
۱۵ جون ۱۹۸۴ء

۲/- روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

اسعد قادری

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جھوٹ بولنا اور لغو کام کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ روزہ کا نام کرکے وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

دین اسلام کے پانچ بڑے ارکان میں سے ایک رکن روزہ ہے۔ دوسرے ارکان اسلام کی مانند اس سے بھی مقصود انسانی تزکیہ نفس ہے تاکہ انسان نیکی کی طرف مائل ہو اور برائی سے بچے۔

روزہ کا فریضہ تقریباً ہر امت میں رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی کبھی کبھی روزے رکھا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد جب آپؐ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ آپؐ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ محرم کی دس تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں آپؐ نے اس کا سبب دریافت فرمایا۔ تو انہوں نے بتایا کہ اس تاریخ کو بنی اسرائیل نے فرعون کے پنجۂ ظلم سے نجات پائی تھی اور فرعون غرق ہوا تھا اس لئے ہم اس خوشی میں روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا پھر مجھے تو سب سے پہلے یہ روزہ رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ آپؐ محرم کی دس تاریخ کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

رمضان کے روزوں میں بہت سی حکمتیں اور برکتیں ہیں۔ روزہ کے فضائل ان گنت ہیں روزے سے انسان میں تقدس اور پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے اور بری عادتوں اور برے اخلاق سے پرہیز کرتا ہے۔ صبح سے شام تک فاقے سے رہنے سے صبر و استقامت کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ غریبوں کی بھوک کا احساس ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف لو لگانے کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔

ارشاد نبوی کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو روزہ دار کا تقویٰ پسند ہے محض اس کا بھوکا پیاسا رکھنا مقصود نہیں۔

عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الصِّیَامُ جُنَّةٌ مَا لَمْ یَخْرِقْهَا۔

ترجمہ: حضرت ابوعبیدہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے جب تک اسے پھاڑ نہ ڈالے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ روزہ دار کی ڈھال ہے

(باقی ۱۶ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



خواتین کی عزت کے تحفظ کا آرڈیننس

صدر مملکت نے گذشتہ دنوں خواتین کی عزت کے تحفظ کے عنوان سے ایک آرڈیننس نافذ کیا ہے جس میں عورتوں کی بے حرمتی کرنے اور انہیں بے لباس کرکے پھرانے پر سزائے موت مقرر کی گئی ہے یہ آرڈیننس دراصل نواب پور ملتان اور دیگر مقامات میں ہونے والے ان واقعات کا ردِ عمل ہے جن میں خواتین کی بے حرمتی کی شرمناک مثالیں سامنے آگئیں۔ اور جن واقعات کے رونما ہونے پر ملک کا ہر با غیرت اور شریف شہری خون کے آنسو رو گیا۔

اس آرڈیننس کے ذریعہ ایسے واقعات کے سدِّباب کی کوشش کی گئی ہے اور اسلامیان پاکستان کے اس مطالبہ کو ایک حد تک پورا کیا گیا ہے کہ خواتین کی بے حرمتی کی سخت ترین سزا مقرر کی جائے مگر اس موقع پر ہم مذکورہ آرڈی ننس کے نفاذ پر ایک گونہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ان اسباب و عوامل کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں جن کے نتیجہ میں اس قسم کے واقعات رونما ہوتے ہیں کیونکہ جب تک اسباب و عوامل کو توڑنے کی سنجیدہ کوشش نہیں کی جائے گی ان کے نتائج کو روکنے کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی اور ہمارے قانونی نظام کی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ جرم کے اسباب کا خاتمہ کرنے کی بجائے اس کے ارتکاب پر سزا دینے کو کافی سمجھ لیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جرم تو رکتا نہیں مگر سزا دینے کے عمل اور جرم کے درمیان مفاہمت کی ایک ایسی فضا قائم ہو جاتی ہے جس سے امتناعی قانون کے نفاذ کا مقصد ہی فوت ہو کر رہ جاتا ہے۔

←

رئیس الادارہ
حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ

★
شمارہ ۵۰
جلد ۲۹
ہدیہ ۲/- روپے

قلمی معاون:
• زاہد الراشدی
• نعیم آسی
• سعید الرحمٰن علوی
• انتظار حسین اسعد

سالانہ	۸۰/- روپے
ششماہی	۴۵/- روپے
سہ ماہی	۲۵/- روپے

غیر ممالک سے
۲۵ ڈالر سالانہ

خواتین کی بے حرمتی کو روکنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے حرمت اور بے حرمتی کے درمیان اس حدِ فاصل کا تعیّن کرنا ہوگا جس کا ہم تحفظ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ زبانی اور ذہنی طور پر اسلام کے نعروں اور عملی طور پر یورپ کے آزاد معاشرہ کی اندھی تقلید نے ان فاصلوں کو اس قدر گڈ مڈ کر دیا ہے کہ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کون سے عمل کو حرمت و عزت سے تعبیر کیا جائے اور کس حرکت کو بے حرمتی قرار دیا جائے۔

بدقسمتی سے ہم دو ذہنی کا شکار ہو گئے ہیں ایک طرف تو اسلام کے نفاذ کی باتیں کرتے ہیں اور وہ تمام حقوق اور مراعات حاصل کرنا چاہتے ہیں جو اسلام معاشرہ کے ہر فرد بالخصوص عورتوں کو دیتا ہے لیکن دوسری طرف مرد اور عورت کے درمیان اس فطری تقسیم کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں جو اسلام نے طے کی ہے اور اس معاملہ میں یورپ کی تقلید کے راستہ پر گامزن ہو کر عورت کی آزادی اور عورت کو مرد کے شانہ بشانہ زندگی کی دوڑ میں شریک کرنے کے پرکشش نعرہ کے ساتھ اس تمامتر اخلاقی انارکی کو معاشرہ پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو آج یورپی معاشرہ کا لازمہ بن چکی ہے اب سوال یہ ہے کہ ایک گاڑی ایک ہی وقت میں دو مخالف سمتوں پر سفر آخر کیسے کر سکتی ہے۔

مثال کے طور پر اس مسئلہ کے ایک جزوی پہلو کو لیجئے وہ ہے عریانی کا مسئلہ اور معاشرتی زندگی کے مختلف گوشوں پر نظر ڈالئے کہ عورت کی عریانی کا وہ کون سا پوز ہے جو ہم خود اپنے ہاتھوں سے سجا کر سامنے نہیں لا رہے۔ وی سی۔ آر، بلیو پرنٹس، فحش تصاویر، جنسی لٹریچر، سینماؤں کے بورڈ، بے ہودہ گفتگو پر مشتمل کیسٹیں، ریکارڈنگ، جنسی جذبات کو ابھارنے والے نغمے اور سب سے بڑھ کر تجارتی اشیاء کی فروخت کے لئے عورت کے حسن کی مسلسل نمائش کے بعد اب عریانی کی کون سی کسر باقی رہ گئی ہے اور ہم معاشرہ میں کون سی عریانی کو روکنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

ہم عریانی کے خاتمہ کے مطالبہ اور اس کے بارے میں صدر کے آرڈیننس کے نفاذ کی مخالفت نہیں کر رہے بلکہ ہم اس کے پُرزور حامی ہیں لیکن اس کے ساتھ اس طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ عورتوں کی حرمت و ناموس کے تحفظ سے پہلے حرمت و ناموس کے دائرہ کے تعیّن کے سلسلہ میں دو ذہنی اور تضاد کو ختم کیجئے اور یہ اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک ہم اسلام کے عادلانہ نظام اور معاشرہ میں عورت اور مرد کے درمیان حقوق و فرائض کی اسلامی تقسیم کو ذہن و قلب اور عمل کے ساتھ پوری طرح تسلیم نہیں کر لیتے۔

عورت کی آزادی اور مردوں کے شانہ بشانہ زندگی کی دوڑ میں شریک ہونے کا نعرہ بڑا دلکش ہے اور نام نہاد ترقی پسند خواتین اس نعرہ کی مخالفت کو یقیناً برداشت نہیں کریں گی۔ لیکن انہیں اس کے نتائج سے گھبرانا نہیں چاہئے اور اس اخلاقی انارکی کا سامنا کرنے کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے جو اس نعرہ کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہے اور اگر فی الواقع ہمارے حکمران، دانشور اور عورتوں کی نمائندگی کی دعویدار نام نہاد ترقی پسند خواتین اخلاقی انارکی کا راستہ روکنا چاہتی ہیں تو اس کا راستہ صرف ایک ہے کہ یورپ کی اندھی تقلید کرنے کی بجائے اسلام کے عادلانہ نظام اور معاشرتی حقوق و فرائض کی اسلامی تقسیم کو قبول کر لیا جائے اس کے بغیر نہ اخلاقی بے راہروی

خطبہ جمعہ — ضبط و ترتیب — عبدالرشید انصاری

صرف بھوکے پیاسے رہنے کا نام روزہ نہیں ہے

روزہ بدعات و رسومات کا خاتمہ کر کے اتباع شریعت کا ماحول قائم کرنا چاہتا ہے

داعیانِ حق قول و عمل کا تضاد چھوڑ کر توحید و سُنّت کی اصل تعلیمات پر کاربند ہو جائیں

روزہ روح کی غذا اور ایمان کا سرمایۂ قبولیّت ہے

جامع مسجد شیرانوالہ میں جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور کا خطاب

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم: بسم اللہ الرحمن الرحیم:—

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔

اے ایمان والو! تم پر روزے اس طرح فرض کر دیے گئے ہیں۔ جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

بزرگانِ محترم! اللہ تعالےٰ کا ہزارہا شکر ہے کہ اس نے اپنی رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ رمضان المبارک ہماری اس فانی زندگی میں ایک بار پھر نصیب کر دیا تاکہ ہم دن میں روزہ رکھ کر اور راتوں میں تراویح، تہجد اور قرآن پاک پڑھ کر اپنے گناہوں کی بخشش اور اللہ تعالےٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کر سکیں۔ یہ کتاب قرآن مجید اللہ تعالےٰ نے حضور نبی اکرم علیہ السلام کے قلب اطہر پر نسل انسانی کی فوز و فلاح کے لئے نازل فرمائی — حضرات مفسرین کرام نے اندازہ لگایا ہے کہ قریباً بائیس سال اور پانچ مہینوں میں اللہ تعالےٰ کی آخری اور مکمل کتاب نبی اکمل و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اس کا ہر حکم اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا خزانہ اور رحمتوں کا سمندر ہے۔

جو آیت کریمہ آپ کے سامنے تلاوت کی گئی ہے اس میں اللہ تعالےٰ نے امتِ مسلمہ کے لئے ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کا اعلان فرمایا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ذکر کیا کہ تم سے پہلی امتوں پر بھی روزے فرض رہے ہیں۔ البتہ ان کے مسائل و طریق اور تعداد و اوقات میں ان کے جغرافیائی محل وقوع اور مخصوص حالات کے مطابق ہمیشہ فرق رہا مگر حضور نبی کریم علیہ السلام چونکہ تمام ملکوں تمام نسلوں اور پوری نسل آدمیت کے نبی ہیں۔ اس لئے آپؐ اور آپؐ کی امت پر قمری مہینہ رمضان المبارک کے لحاظ سے روزے فرض قرار دئے گئے تو اس میں پوری نسل انسانی کا مفاد ملحوظ رکھا گیا ہے۔

روزے ہر شریعت میں ہر نبی کی امت پر فرض رہے ہیں کیونکہ انسان میں ملکیت اور بہیمیت یا یوں کہئے کہ روحانیت اور حیوانیت دونوں خصوصیات رکھی گئی ہیں۔ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے انسان کو روح حیوانی کے ساتھ ساتھ روح ملکی سے بھی نوازا ہے۔ ابن آدم کا کمال اور سعادت مندی یہ ہے کہ وہ اپنی حیوانیت پر قابو پاکر ایک اچھا کھرا انسان بن جائے یا یوں کہئے کہ انسان کی بہیمیت اس کی ملکیت کے تابع ہو جائے۔ اس کے بغیر آدمی بظاہر تو آدمی ہی نظر آتا ہے مگر حقیقتاً حیوانوں اور درندوں سے بھی گیا گذرا ہوتا ہے۔ آدمی کو انسان بنانا اور اس کی حیوانیت پر روحانیت کی اور بہیمیت پر ملکیت کی بالادستی اور تفوق قائم کرنا تمام انبیاء و رسل کا مقصد رہا ہے اس لئے روزے بھی ہر نبی کی امت پر فرض رہے ہیں۔ حضرت آدمؑ ایام بیض یعنی ہر قمری مہینے کی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخوں کے روزے رکھا کرتے تھے۔ ان سے لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کرام نے یہ روزے رکھے۔ رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے والوں کو پورے سال کے روزے رکھنے کی بشارت سنائی ہے۔

فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم دن بھر روزہ رکھتے ہو اور پوری رات قیام میں گذار دیتے ہو۔ ایسا نہ کیا کرو۔ آخر تم پر تمہارے بدن کا بھی حق ہے اگر تمہیں زیادہ روزے رکھنے کا شوق ہے تو ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو یہ پورے سال کے روزے ہو جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

اسی طرح صوم وصال کے متعلق بھی روایات ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو صوم وصال سے منع فرمایا ہے۔ صوم وصال کا مطلب یہ ہے کہ بغیر سحر و افطار کے مسلسل روزے رکھے جائیں اور دن کی طرح رات بھی بغیر کھائے پئے گذار دی جائے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صوم وصال سے منع فرمایا تو ایک صحابیؓ نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپؐ خود تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "تم میں سے کون میری طرح ہے (یعنی اس بارے میں میرے ساتھ اللہ کا خاص معاملہ ہے جو دوسروں کے ساتھ نہیں ہے اور وہ یہ ہے) میری رات اس طرح گذرتی ہے کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ (یعنی مجھے عالم غیب سے غذا ملتی ہے۔ اس لئے اس معاملہ میں اپنے کو مجھ پر قیاس نہ کرو۔ (بخاری و مسلم)

پہلی شریعتوں میں روزے رکھنے کا ایک انداز حضرت داؤد علیہ السلام کا بھی ہے جو دوسروں سے ممتاز اور منفرد تھا۔ حضرت داؤدؑ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ دوسرے ایام میں روزے رکھنے کے لئے اس طریقہ کو پسند فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام کا طریقۂ صوم (نفلی روزے کے لئے) سب سے بہتر ہے۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھا کرتے تھے یہ بہت اچھا اور آسان طریقہ ہے۔ اس سے روزے رکھنے کی مسلسل ہمت بھی مل جاتی ہے اور درمیان میں ایک دن آسانی بھی۔

بہر کیف! روزے ہم پر بھی فرض کئے گئے اور پہلی امتوں پر بھی تھے — روزہ مسلمان کو مسلمان رکھنے اور دین کا متبع فرمانبردار بنانے کے لئے بہت ضروری ہے کیونکہ درحقیقت روزہ محض بھوکے پیاسے رہنے کا نام نہیں ہے اللہ تعالےٰ کو ہمارے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آغاز سحر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانا پینا چھوڑ دینے کے علاوہ ضروری ہے کہ انسان جھوٹ غیبت چوری، بدعملی اور دوسروں کو ایذا رسانی سے بچے اور اپنے آپ کو ایک با اخلاق، امن پسند اور سچا انسان ثابت کرے اگر پورا ایک مہینہ روزہ دار خود کو پابند شریعت اور متبع کتاب و سنت بنائے رکھے تو یقیناً سال کے باقی گیارہ مہینوں میں بھی اس کی زندگی پر اثر پڑے گا۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ صحیح روزہ اپنا اثر نہ دکھائے۔

روزہ جن بیماریوں اور خرابیوں کو مٹا دینا چاہتا ہے ان میں جھوٹ، غیبت، حسد و عناد، حرام خوری اور کبر و نخوست سرفہرست ہیں۔ آج یہی بیماریاں ہیں جو مسلم معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں۔ اور تو اور خود مذہبی طبقے حسد و عناد اور شہرت و جاہ طلبی کی مہلک امراض میں بُری طرح مبتلا ہیں۔ صوفیاء سے جاہ طلبی اور علماء سے زر طلبی ختم ہو جائے تو بہت سے مسائل از خود حل ہو جائیں۔ سیرت و کردار کی تعمیر کے بغیر نیکی اور بھلائی کا بول بالا نہیں ہو سکتا اس لئے ضروری ہے کہ خود داعیان حق اپنے قول و عمل کا تضاد ختم کر کے خلقِ خدا کے ساتھ معاملات کی درستگی، بدعات و رسومات سے کلی اجتناب اور کتاب و سنت کی تعلیمات پر سختی سے کاربند ہوں

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نہایت پاک سیرت پختہ عزم، دیانتدار، نیک دل، رعایا پرور اور سچے مسلمان بادشاہ تھے۔ بادشاہ ہوتے ہوئے اپنے ہاتھ سے ٹوپیاں بناتے اور قرآن مجید لکھ کر اسے ہدیہ کرتے اور اس ہدیہ سے اپنا گذرا وقات کیا کرتے تھے لوگ کہتے ہیں۔ اورنگ زیب صرف کھچڑی کھایا کرتے تھے وہ اور کچھ کھاتے بھی کیسے؟ اپنے ہاتھ کی محنت مزدوری سے جو آمدنی ہوتی وہ اتنی ہی ہوتی تھی کہ اس سے کھچڑی کے علاوہ اور کچھ کھایا پکایا ہی نہیں جا سکتا تھا لیکن اس رزق حلال اور اتباع کتاب و سنت کی بے شمار برکات تھیں سریر آرائے سلطنت ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ افغانستان "ہرات" کے لوگوں نے مرکز سے بغاوت کر دی۔ ان کی بغاوت فرو کرنے کے لئے شاہجہان نے اورنگ زیب کی سپہ سالاری میں فوج روانہ کی اورنگ زیب نے جا کر پہلے صلح صفائی کی بہت کوشش کی لیکن ہرات کے لوگ لڑائی پر تلے ہوئے تھے بالآخر اورنگ زیب کو میدانِ کارزار میں اپنی فوج اتارنا پڑی لڑائی کے دوران نماز کا وقت آیا تو اورنگ زیب نے عین حالت جنگ میں اذان دلوا کر برسرِ میدان نماز با جماعت کا اہتمام کر کے صلوٰۃ خوف ادا کی اور وہ نمونہ قائم کیا کہ بعد میں علامہ اقبال بھی کہہ اٹھے

ؔ
آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز

بلکہ ؏
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ وصاحب و محتاج وغنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

جب نماز ختم ہوئی تو ہرات کے باغیوں نے لڑائی ختم کر دی ہتھیار لا کر اورنگ زیبؒ کے سامنے رکھ دئے۔ اور کہا کہ ہم رعایا ہی رہیں گے تمہارے ساتھ مقابلہ کرنا اپنے آپ کو جہنم کی آگ میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ اورنگ زیب برسرِ اقتدار آئے تو انہوں نے فرشی سلام کرنے کا طریقہ ختم کر دیا، اور کہا یہ شرک ہے انسان کی عبادت کے مترادف ہے انسان کی پیشانی صرف اللہ تعالےٰ کے دربار میں جھکنی چاہیئے۔ بہت سے ٹیکس ختم کر دیے۔ جوا اور شراب نوشی کو ممنوع قرار دیا اور اپنے دین پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہتے ہوئے دوسرے اہل مذاہب کے حقوق کا پورا پورا احترام باقی رکھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چوری بدکاری جیسے جرائم کا خاتمہ ہو گیا لوگ خود بخود بھلائی کی طرف راغب ہوتے۔ اورنگ زیب نے نوے سال عمر پائی اور ان کا عہد سلطنت ان کی پاکبازی، دینی محبت، اتباع شریعت اور حق پرستی کے باعث امن واستحکام کا مثالی دور ہے — مگر متعصّب اسلام دشمن مؤرخین اورنگ زیبؒ کے دَور کو بھی نئی نسل کے سامنے لوٹ مار اور ظلم و استبداد کے ایام کے طور پر پیش کرتے ہیں مولانا شبلی نعمانیؒ بڑے دکھ کے ساتھ فرماتے ہیں ؎

کبھی ہم نے بھی کی تھی حکمرانی ان ممالک پر
مگر وہ حکمرانی جس کا سکہ جان و دل پر تھا
تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ اورنگ زیبؒ ہندوکش، ظالم تھا ستمگر تھا

اورنگ زیب عالمگیر کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اور ہندوستان میں اسلامی حکومت کے زوال پر خون کے آنسو بہاتے ہوئے علامہ اقبال نے یوں کہا کہ ؎

درمیان کارزار کفر و دیں
ترکش ما را خدنگ آخریں

رمضان اور روزہ مسلمانوں میں اخلاق و کردار کا ایسا ہی انقلاب پیدا کرنا چاہتا ہے جس سے اقوام عالم میں ان کا منفرد اور نمایاں تشخص قائم ہو ان کا کردار دوسروں کے لئے نمونہ اور سبق بن جائے۔ ایک ایسا ہی واقعہ اور یاد آ رہا ہے۔ والئ افغانستان امیر عبدالرحمٰن کا بیٹا کسی مہم پر تھا خبر آئی کہ اسے میدانِ جنگ میں شکست ہو گئی ہے۔ امیر عبدالرحمٰن نے اپنی بیوی کو بتایا تو اس نے بیٹے کی شکست کی خبر کو سچی ماننے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے بہت سمجھایا اور کہا کہ کوئی بات نہیں میدانِ جنگ میں فتح و شکست دونوں کا امکان ہوتا ہے ہمیں اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں ہونی چاہئے کہ ہمارا بیٹا شکست سے دو چار ہو کر واپس آ رہا ہے لیکن اس اللہ کی بندی نے کہا یہ ہو ہی نہیں سکتا میرے بیٹے کو شکست ہو جائے۔ تین چار دن گذرے تو اس کی فوجیں فتح و کامیابی کے پھریرے لہراتے ہوئے کابل میں واپس آ پہنچیں۔ امیر عبدالرحمٰن نے اپنی بیوی سے پوچھا۔ تم نے اس قدر یقین کے ساتھ کیسے کہہ دیا تھا کہ میرے بیٹے کو شکست نہیں ہو سکتی تو اس نے جواب دیا۔ کہ میں نے زندگی بھر کسی غیر محرم پر نگاہ غلط نہیں ڈالی اور نہ اپنے اوپر کسی نامحرم کی نظر پڑنے دی میں نے قرآن کی آیات پڑھ پڑھ کر اپنے بیٹے کو اس کے بچپن میں لوریاں دی ہیں۔ اس لئے یہ تو ہو سکتا ہے کہ میرا بیٹا میدانِ جنگ میں فتحیاب ہونے کی بجائے رتبہ شہادت سے سرفراز ہو یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ناکامی اور شکست کی ذلت اٹھا کر گھر واپس لوٹے۔

بتائیے! آج یہ ایمان کی

پختگی، کردار کی بلندی اور دین کی اتباع کہاں ہے۔ روزہ ہمارے اندر ایمان کی یہی شان و عظمت پیدا کرنے کے لئے ہے۔

غور فرمائیے ہم کیا ہوا کرتے تھے اور آج کیا ہو گئے ہیں۔ ایک وقت وہ تھا جب ہم غیروں کے لئے بھی رحمت تھے۔ آج اپنوں کے لئے بھی زحمت اور مصیبت بن جاتے ہیں۔ یہ آئے دن قتل و غارت کیوں؟ عورتوں کا اغوا اور چوری و ڈاکہ زنی کی وارداتیں پاکستان میں کون لوگ کن کے خلاف کرتے ہیں یہ لوگ خود کو مسلمان ہی کہلاتے ہیں لیکن کیا اسلام نے ایسے ہی مسلمان بننے کے لئے کہا تھا؟

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ سنایا کہ عراق میں ایک شخص نے ایک غیر مسلم کو اسلام کی دعوت پیش کی اور کہا کہ مسلمان ہو جاؤ اسلام سب مذاہب و ادیان سے اچھا دین ہے تو اس غیر مسلم نے کہا آپ کے شیخ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ اور بایزید بسطامی بہت اچھے انسان تھے کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے، کسی کی حق تلفی نہیں کرتے تھے، کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہیں کرتے تھے اور ان کا زیادہ وقت عبادت میں گذرتا تھا۔ اگر تم مجھے کہو کہ ان جیسا مسلمان بن جاؤں تو میں تمہیں صاف بتا دیتا ہوں کہ ان جیسا مسلمان بننے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے اور اگر کہتے ہو کہ تمہارے جیسا مسلمان ہو جاؤں تو اس سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جو کام میں کرتا ہوں تم بھی کرتے ہو اور جو برائیاں تمہارے اندر ہیں وہی مجھ میں ہیں اس لئے محض مسلمان کہلانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

حضرات گرامی! آپ خود ہی اندازہ لگا لیں کہ ہمیں روزے جیسی اثر آفریں عبادت پر عمل کرنے اور اس کے تقاضے پورے کرنے کی کس قدر ضرورت ہے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی کتنی خوبیاں ہیں جو آج ہمارے معاشرے میں کہیں دکھائی دے سکیں اور منافقوں، دین کے باغیوں کی کتنی بڑی بداعمالیاں ہیں جن کا وجود ہمارے ماحول میں نہیں ہے۔

ابھی آج کے اخبار میں پڑھ کے آیا ہوں کہ یکم رمضان المبارک کو زکوٰۃ کی کٹوتی سے بچنے کے لئے لوگوں نے قبل از وقت ہی ستّر کروڑ روپیہ بنکوں سے نکلوا لیا ہے۔ گذشتہ سال بھی لوگوں نے پچاس کروڑ روپیہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچنے کے لئے بنکوں سے یکم رمضان سے پہلے ہی نکلوا لیا تھا۔ اگر اللہ پر، اللہ کے رسولؐ پر، اللہ کے دین پر ایمان ہوتا تو یہ لوگ ایسا نہ کرتے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی مال کے تحفظ کی ضمانت ہے اور جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ان کے مال ہر طرح کی حفاظت کے باوجود غیر محفوظ ہیں۔ گجرات کا واقعہ ہے کہ ایک آدمی نے زکوٰۃ سے بچنے کے لئے اپنی رقم بنک سے نکلوائی اور گھر لے جا کر نوٹ ایک گھڑے میں بند کر کے رکھ دئے۔ نمعلوم کہیں سے گھڑا ٹوٹا ہوا تھا، اس میں کس طرح سوراخ ہوا اور چوہوں نے گھس کر سارے نوٹ کاٹ کھائے۔ دیکھا تو بنک کو اطلاع دی۔ بنک کے عملے نے جواب دیا کہ ہم صرف وہ نوٹ تبدیل کر سکتے ہیں جن کے نمبر صحیح باقی ہوں۔ لیکن جب دیکھا گیا تو حیرانگی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ چوہوں نے تمام نوٹوں کے نمبر ہی کھائے ہوئے ہیں۔

روزانہ لوگوں کے ساتھ نقصان رساں حادثات صرف اسی لئے پیش آتے ہیں کہ لوگ مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ اب آپ ہی بتائیں جو شخص زکوٰۃ

(باقی ۲۶ پر)

عظیمِ مفسّر، مصلح معلّم اور مجاہد

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر محمد سرور

لاہور کی جب کبھی تاریخ لکھی جائے گی تو جہاں اس کے بہت سے ایسے کارناموں کا ذکر ہوگا جنہوں نے نہ صرف اس شہر کی بلکہ اس پورے برصغیر کی قسمت بدل دی تھی وہاں آئندہ کا مورخ ایک ایسے بزرگ کے ذکر سے کبھی پہلو تہی نہیں کر سکے گا جس نے اس شہر کے مسلمانوں کی زندگی میں ایک لازوال اثر چھوڑا ہے یہ بزرگ بیک وقت عالم دین تھے۔ معلم تھے۔ صوفی تھے، مصلح تھے اور اس کے ساتھ ساتھ قوم و ملت کی ہر پکار جو جابر حکومتوں کے خلاف اٹھی اس میں لبیک کہنے والوں میں پیش پیش تھے۔ انہوں نے خاندانی زندگی سے لے کر ملکی و قومی زندگی تک اپنے دیرپا اثرات چھوڑے اور ان کے فیضِ صحبت سے لاکھوں خاندان بنے۔ ان سے انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان بھی متاثر ہوئے سندھ کے دور دراز دیہات میں رہنے والے عوام بھی ان کے حلقہ بگوش بنے اور انہوں نے قرآن کی نشر و اشاعت میں اپنی ساری زندگی صرف کر دی۔ نہایت سادہ زبان اور سیدھے سادے انداز بیان میں ان کی قائم کردہ انجمن خدام الدین سے جو پمفلٹ نکلے معلوم نہیں وہ کہاں کہاں پہنچے اور ان سے کتنا فیض پھیلا۔

ایک زمانے میں لاہور شہر کی پرانی آبادی کے ارد گرد کی ساری زمینیں مسلمانوں کی ملکیت تھیں۔ پھر کاریگر اور دستکار طبقہ بھی زیادہ تر مسلمان تھا۔ گویا اس دور میں لاہور کے مسلمان مجموعی طور سے صاحب جائیداد بھی تھے اور با روزگار و خوشحال بھی، لیکن برطانوی اقتدار کے بعد جب نئی قسم کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ غیر مسلم طبقوں نے اس میں سبقت کی اس کے ساتھ ساتھ سماجی احوال و ظروف بھی بدلے اور ایک نیا معاشی نظام جنم لینے لگا تو مسلمانوں کے قدم زندگی کی دوڑ میں غیر مسلموں کے مقابلے سست پڑنے لگے چنانچہ جیسے جیسے غیر مسلم آگے بڑھتے گئے مسلمان پیچھے ہوتے گئے۔

اس پر مستزاد یہ کہ اس زمانے میں مسلمانوں میں بعض خرابیاں بھی زور پکڑ گئیں۔ انفرادی بے راہ رویوں اور بد اخلاقیوں کے علاوہ ان میں اجتماعی طور پر بے شمار مسرفانہ رسمیں عام ہو گئی تھیں۔ اس میں بعض تو برادری میں اپنی شان قائم رکھنے کے لئے اور بعض مذہبی اثرات کے تحت کی جاتی تھیں جن کا نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان زمینیں اور مکان بیچ کر اور رہن و گروی رکھ کر یہ رسمیں سرانجام دیتے تھے اور اس طرح اس کا صاحب جائیداد اور کاریگر طبقہ قلاش ہوتا جا رہا تھا۔ شادی بیاہ کے معاملات میں برادری میں ناک نہ کٹے اور میت کی روٹی، فاتحہ اور اس سے متعلقہ دوسری رسموں میں مروجہ مذہب کی روایات کی خلاف ورزی نہ ہو۔ یہ بات اتنی اہم سمجھی جاتی تھی کہ مسلمان اپنی آخری پونجی تک ان مسرفانہ رسوم میں خرچ کرنے سے گریز نہ کرتے۔ اور جن کے پاس کچھ نہ ہوتا وہ زیادہ سے زیادہ شرح سود پر قرض لینے پر مجبور ہو جاتے۔

اس میں شک نہیں کہ لاہور کے مسلمانوں کے بعض حلقوں میں اس دور میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے کا رواج شروع ہو گیا تھا لیکن اکثر و بیشتر ایسا ہوتا کہ جو مسلمان نوجوان انگریزی کالجوں سے فارغ التحصیل ہوتے وہ مسلمان کے راسخ العقیدہ گروہ سے نکل کر نئے مذہبی فرقوں سے وابستگی کو ترجیح دیتے۔

کم و بیش اسلامی لاہور کا یہ مذہبی، سماجی معاشی اور ذہنی پس منظر تھا جب غالباً پہلی جنگ عظیم کے دوران مولانا احمد علی مرحوم کو خود ان کے الفاظ میں دہلی سے ہتھکڑی لگا کر لاہور لایا گیا اور یوں انہیں یہ موقع ملا کہ وہ شیرانوالہ دروازہ کے باہر جہاں دن کو گیدڑ جوتیاں اٹھا کر لے جاتے تھے ـــ قرآن مجید کا درس شروع کریں قرآن مجید کا درس ہر عالمِ دین دیتا ہے لیکن مولانا مرحوم کے درسِ قرآن کریم کے عملی مضمرات کچھ اور تھے چنانچہ اس کی وجہ سے جہاں ایک طرف انگریز انہیں اپنا دشمن سمجھتا رہا وہاں دوسری طرف ابتداء میں ان عوام نے بھی آپ کی مخالفت کی جو بے سمجھی سے مسرفانہ رسوم کو جزوِ مذہب مانتے تھے مولانا مرحوم نے اپنے شروع کے زمانے کا ذکر کرتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا۔

"اب تو محلے والے ٹھیک ہو گئے ہیں لیکن ابتداء میں انہوں نے مجھے بڑا ستایا ایک دفعہ تنگ آ کر میں نے ان سے کہا کہ میں قرآن مجید ساتھ میں لے لیتا ہوں تم مجھے دھکے دے کر مسجد سے نکال دو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ یہ جرأت ان کو نہ ہوئی"۔

حضرت مولانا احمد علیؒ کا ۱۳۸۱ھ میں انتقال ہوا گویا چوالیس پینتالیس سال تک لاہور اور خاص طور سے شیرانوالہ دروازہ ان کی جملہ سرگرمیوں کا مرکز رہا جن کے عملی نتائج آج سب لوگوں کے سامنے ہیں۔

مولانا کے درسِ قرآن کی برکت سے لاہور اور لاہور سے

انہوں نے لاکھوں خاندانوں کو مسرفانہ بدعات سے باز رکھا

باہر بھی انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کا ایک اچھا خاصا طبقہ موجود ہے جو اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ دین سے پورا شغف رکھتا ہے، پوری طرح راسخ العقیدہ ہے اور اپنے اپنے دائرے میں حسبِ حیثیت دینی و ملی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

مسرفانہ رسوم کی اصلاح کے سلسلہ میں مولانا مرحوم کو جو کامیابی ہوئی راقم الحروف اس سے ایک حد تک خود شخصی طور سے واقف ہے، واقعہ یہ ہے کہ مولانا مرحوم کے درسِ قرآن، جمعہ کے خطبوں اور وعظ و تلقین نے ہزاروں خاندانوں کو معاشی تباہی سے بچا لیا اور ان میں سے بہت سے ایسے خوش نصیب بھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بہت نوازا۔ اور انہوں نے بھی مولانا کے اصلاحی کاموں میں دل کھول کر مدد کی۔ بس ان کا ارشاد ہوتا اور ہزاروں روپیہ ان کے قدموں میں پہنچ جاتا مولانا فرماتے ہیں :۔

"ایک دفعہ میں شام کے وقت بیٹھا ہوا تھا کہ دو شخص آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا آ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ ہمیں بھی کوئی دین کی خدمت کا کام بتائیے۔ میں نے کہا یہ قرآن مجید چھپوانا ہے میرے حساب کے مطابق پینتالیس ہزار روپیہ لگتا ہے ...... ابھی آٹھ دن بھی نہیں گزرے تھے کہ پچاس ہزار روپیہ دونوں کی طرف سے آ گیا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نہ انہیں جانتا تھا اور نہ ہی پہچانتا تھا نہ معلوم کون تھے"،

ان دینی اصلاحی، تعلیمی اور علمی کاموں کے ساتھ ساتھ مولانا مرحوم ہر اسلامی عوامی تحریک میں پیش پیش رہے، چنانچہ اس طویل مدت میں اہلِ لاہور نے کبھی یہ نہ دیکھا کہ وہ ان کے کسی عوامی مطالبے میں ان کے بجائے حکومت وقت کے ساتھ ہوں۔ اس لئے آپ کو کئی بار جیل جانا پڑا اور وہ بڑی خوشی سے جیل گئے۔

غرض مولانا کی ذاتِ گرامی اور ان کا شیرانوالہ دروازہ اصلاحی۔ علمی اور تعلیمی مرکز ایک اخلاقی پاور ہاؤس تھا جس کی "کرنٹ" ان تمام سالوں میں دور دور تک پہنچتی رہی اور اس سے ان دیار کے عوام و خواص کے ایک بڑے حصے کو نئی زندگی ملی۔

مولانا کے ایک عقیدتمند اور تربیت یافتہ مخلص جناب عثمان غنی نے مرحوم و مغفور کے ملفوظات جمع کئے ہیں جن سے مولانا کی گونا گوں دینی اور اخلاقی سرگرمیوں کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے اس مجموعہ میں اگرچہ بعض حصے وقتی نوعیت کے ہیں اور جن باتوں کا اس میں ذکر ہے وہ اب چنداں اہم نہیں رہیں مگر اس کے باوجود ان ملفوظات میں بڑی اثر کرنے والی باتیں ہیں اور اس کے مطالعہ سے مولانا کی روحانی اور دینی شخصیت کا ایک نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے ان ملفوظات کا مطالعہ ایک دینی اور اخلاقی نعمت ہے ان میں پند و عظمت ہے اللہ تعالیٰ اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگوں کے ارشادات ہیں بری عادتوں اور غیر شرعی رسموں کی مذمت ہے اور بڑے اثر انگیز طریقے سے راہ راست پر چلنے کی دعوت دی گئی ہے مثال کے طور پر چند الفاظ میں قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ یوں پیش کیا گیا ہے۔

"اللہ کو عبادت سے، رسول کو اطاعت سے مخلوق کو خدمت سے راضی رکھو"

ایک اور ارشاد ہے "ماں باپ کو ستانے والوں کو نہ نماز نہ روزہ جہنم سے بچا دے گا۔ نہ زکوٰۃ نہ ڈبل حج۔ ان کے لئے میں دوزخ کا فتویٰ دے رہا ہوں" ایک اور جگہ ارشاد ہے "سب کچھ بننا ہے آسان سب سے مشکل بننا ہے انسان، انسان بناتا ہے قرآن"

مولانا کا تزکیہ اور تلقین کا انداز بڑا سیدھا سادہ اور دلوں میں گھر کرنے والا تھا ایک صاحب جو مولانا کے نیاز مند تھے، انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ میں مولانا کے درس میں موجود تھا حضرت نے قرآن مجید کی وہ آیت پڑھی جس میں عزیز و اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا ارشاد ہوا ہے مولانا نے اس کی تعبیر کرتے ہوئے بتایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم صلہ رحمی میرے لئے کرو اور یہ اس لئے کہ اس دنیا میں آدمی جس پر بھی کوئی احسان کرتا ہے وہ طبعاً اس کا شکر گزار ہوتا ہے سوائے عزیزوں کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عزیزوں کو تم میرے لئے اپنا سمجھو اور ان کی مدد کرو۔ مولانا نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا اس لئے عزیزوں کے ساتھ صلہ رحمی حکم ربی سمجھ کر کرنی چاہیئے اور اس میں بدل یا شکر گزاری کا خیال نہ آئے۔ یہ صاحب مولانا کی اس بات سے اتنے متاثر ہوئے کہ وہ درس سے سیدھے اپنے ایک عزیز کے گھر پہنچے جن سے عرصہ دراز سے ان کی بول چال بند تھی عزیز نے ان کی طرف زیادہ توجہ نہ کی اور گم سم بیٹھا رہا ان صاحب نے ان سے کہا کہ میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت آیا ہوں تم توجہ کرو یا نہ کرو، میں چاہتا ہوں کہ تم کو اپنا عزیز سمجھوں اور بھائی جانوں۔ صرف اس لئے کہ ہر مسلمان سے اللہ تعالیٰ یہی تقاضہ کرتا ہے۔

اس لاہور شہر میں معلوم نہیں کتنے خاندان مولانا کے اس انداز وعظ سے بن گئے ہیں۔ ان کی آپس کی کدورتیں دور ہوئیں اور غصے اور کینے کی بجائے ان کے اندر مہر و محبت کے رشتے قائم ہو گئے۔

مولانا احمد علیؒ کی ابتدائی تربیت مولانا عبیداللہ سندھی کے ہاتھوں ہوئی مولانا سندھی ایک مرد قرناس تھے۔ انہوں نے ابتدا ہی سے مولانا کو اس راہ پر ڈالا اکثر ایسا ہوا کہ کئی کئی دن تک روکھی سوکھی روٹی پر گزارہ ہوا اور مولانا احمد علیؒ کی زبان پر شکوے کا کوئی سوال پیدا نہ ہوا۔ مولانا جب بڑے ہوئے تو حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ اور بعد میں حضرت مروتی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یاب تربیت سے فیض ہوئے۔ مولانا کا ایک ارشاد ہے "مجھے استاد مولانا سندھی ملے اور شیخ حضرت مروتی۔ ان حضرات کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے اشاعت قرآن کی توفیق دی"

مولانا احمد علیؒ صاحب نے تصوف کے عملی طریقوں سے تزکیہ اور تلقین کا طریقہ اختیار کیا کیونکہ مرحوم صرف عالم دین ہی نہ تھے بلکہ صاحب طریقت صوفی بھی تھے اور ان کی دعوت کی کامیابی کی یہی وجہ ہے۔ مرحوم کا ایک ارشاد ہے "قال کے مربی علمائے کرام اور حال کے مربی صوفیائے عظام ہیں۔ عالم پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا جب تک قال حال نہ بن جائے۔

بارہا ایسے حضرات ملے ہیں جو آج کل بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں اور وہ طالب علمی کے زمانے میں جب لاہور کے کسی نہ کسی کالج میں زیر تعلیم تھے۔ مولانا کی خدمت میں حاضر رہے۔ ان پر مولانا کے اس صوفیانہ اور عالمانہ شخصیت کا اب تک گہرا اثر ہے اور ان کی زندگی میں علم کی سختی کی بجائے تصوف کی نرمی اور گھلاوٹ ہے وہ جب مولانا کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی آواز میں ایک خاص عقیدت نمایاں ہوتی ہے۔ اور خود ان کی اپنی زندگی مولانا کی اس تاثیر کا عملی نمونہ ہوتی ہے۔ مولانا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور فقہ

وہ ہر جابر حکمران سے ٹکرا گئے

تعلیمات قرآنی کو انہوں نے عام کیا

وہ ایک شخصیت نہیں

ادارہ اور تاریخ تھے

میں ان کا مسلک حنفی تھا فرماتے ہیں "میں فقہ میں حضرت امام اعظمؒ اور طریقت میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا متبع ہوں گویا میں حنفی بھی ہوں اور قادری بھی"

حضرت مولانا کی ساری عمر اصلاح رسوم اور ترک بدعات کی دعوت دیتے ہوئے گزری لیکن وہ ان لوگوں میں سے نہ تھے جو اس کے لئے تصوف کا انکار ضروری سمجھتے۔ بلکہ انہوں نے اپنی اس دعوت کے لئے تصوف ہی سے کام لیا۔ آپ تصوف کو بدعت کہنے والوں کو بے سمجھ قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ تزکیہ نفس کے لئے اہل اللہ کی صحبت ضروری ہے ارشاد ہوتا ہے "قال کے بعد حال کے لئے صاحب حال کی صحبت

کی ضرورت ہے صحبت کے بغیر نہ ہستی مرتی ہے نہ دنیا پرستی کی بیماری جاتی ہے"

حضرت مولانا مرحوم بحیثیت عالم کے تعلیم دین بھی دیتے

معلوم نہیں کتنے خاندان حضرت مولانا کے خاندان سے روحانی طور پر وابستہ ہیں اور ہدایت کے لئے اس طرف رجوع کرتے ہیں۔ مولانا مرحوم و مغفور کا یہ دستور تھا کہ وہ بچیوں کی تعلیم کی طرف بہت توجہ فرماتے تھے اور انہیں دینی تعلیم دیا

میں قرآن مجید ہاتھ میں لے لیتا ہوں

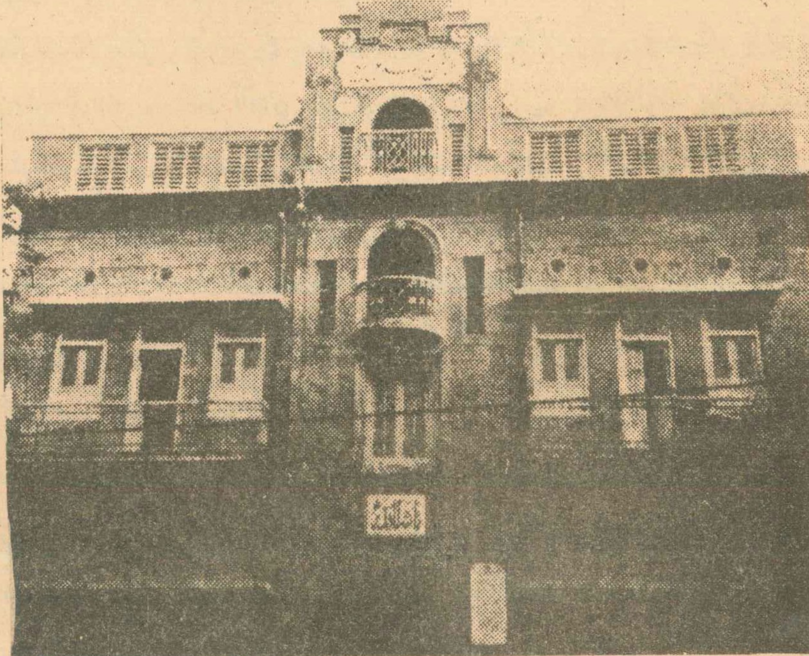
تم مجھے دھکے دے کر مسجد سے نکالو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے

بحیثیت ایک مصلح اور مرشد کے بڑی عادتیں اور غیر شرعی رسمیں بھی چھڑاتے اور بحیثیت ایک صاحب حال بزرگ کے اپنے فیض صحبت سے تزکیۂ نفس بھی فرماتے تھے ایک جگہ وہ درس دیتے نظر آتے جمعہ کو خطبہ فرماتے راتیں ذکر اذکار میں گزرتیں اور صبح درس قرآن مجید ہوتا۔

ان خصوصیات کی حامل بہت کم شخصیتیں ہوتی ہیں مولانا کا یہی کمال ہے جو ان کی عظمت کا آئینہ دار ہے اور

کرتے تھے۔ یہ بچیاں آگے چل کر مائیں بنتیں اور اس طرح وہ جس گھر کو بساتیں وہ مولانا کی تعلیمات کا مرکز بن جاتا اور یہ فیض برابر بڑھتا جاتا۔

مولانا عبیداللہ سندھی ان بزرگوں کی روایات کے حامل تھے جن کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد سرزمین پاک و ہند کو انگریز کے تسلط سے نجات دلانا تھا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران اسی سلسلہ میں کابل گئے



دفتر انجمن خدام الدین کی عمارت کا بیرونی منظر

جس نے بالخصوص لاہور اور لاہور سے باہر بھی دور دور تک لوگوں کو متاثر کیا اور ہزاروں اور لاکھوں لوگوں کی زندگی میں تبدیلی پیدا کی۔

اسے بھی حضرت مولانا کا ایک پہلو سمجھئے کہ ان کے اس دنیا سے اٹھ جانے کے بعد ان کا سلسلہ رشد و ہدایت جاری ہے اور ان کے صاحبزادے اور مسند نشین مولانا ہی کے طریقے پر درس و تدریس، وعظ و نصیحت اور حال و قال جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور حضرت مولانا کا لگایا ہوا درخت اب بھی ان کے متعلقین کو اپنے سایۂ رحمت میں لئے ہوئے ہے

جنگ کے بعد جب ہجرت شروع ہوئی تو مولانا احمد علیؒ بھی کابل پہنچے لیکن مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے انہیں واپس وطن بھجوا دیا اور وہ اس اصلاحی و دینی کام میں لگ گئے جس میں ان کی ساری عمر گزری، اس کے باوجود وہ ملک کی سیاسیات سے کبھی بے تعلق نہ رہے چنانچہ جب کبھی مسلمانوں کی کوئی عوامی تحریک اٹھی اور انگریز کے قید خانے کے دروازے کھلے مولانا اس معاملے میں سابقین میں سے ہوتے تھے۔ اس ضمن میں وہ کئی بار جیل گئے اور کبھی برطانیہ کے جبروت اور تجارت سے نہیں ڈرے۔

نبی امی کے گنہگار امتی،

ایڈیٹر کے قلم سے

حضرت لاہوریؒ کا
عشقِ رسالت ﷺ

علماء دیوبند کثر اللہ تعالیٰ سوادھم کے عشق رسالت کے ضمن میں امام لاہوری قدس سرہٗ کا تذکرہ کیسے نہ ہو کہ آپ اسی سلسلۃ الذہب کی کڑی اور اسی منبع علم و عرفاں کے فیض یافتہ تھے۔ قارئین خوب جانتے ہیں کہ آپ کے والد بزرگوار نومسلم تھے اور انہوں نے اپنے اس لخت جگر کو دین کی خاطر وقف کر دیا تھا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے ایک خاندانی بزرگ اور دیوبند کے سلسلہ جہاد و حریت کے عظیم رہنما مولانا عبیداللہ سندھی قدس سرہٗ کی نگرانی میں ہوئی جو خود نومسلم تھے اور جنہیں سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق صاحب بھرچونڈی شریف ضلع سکھر اور ان کے بعد ان کے دو نامور خلفا حضرت اقدس مولانا تاج محمود امروٹی اور مخدوم ملت حضرت میاں غلام محمد صاحب دین پوری کی سرپرستی حاصل رہی۔ اس کے ساتھ ہی حضرت مولانا سندھی حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے فیض یافتہ اور انتہائی معتمد تھے۔ اس اعتماد کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے اپنی معروف زمانہ انقلابی وجہادی سکیم کی خاطر آپ کو ہی کابل بھیجا اور کابل بھیجنے سے قبل دیوبندی فضلا کی تنظیم اور پھر جدید تعلیم یافتہ طبقہ سے راہ و رسم بڑھانے اور انہیں قرآنی علوم سے آگاہ کرنے کی خاطر آپ کو ہی مرکز دہلی کا نگران مقرر کیا۔ زندگی کی ان کٹھن راہوں میں مولانا لاہوریؒ آپ کے نائب کے طور پر آپ کے ساتھ رہے اور جب مولانا سندھیؒ کابل چلے گئے تو آپ ہی اس مرکز کے نگران قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا خطۂ پنجاب کی اصلاح کے لیے آپ کس مپرسی کے عالم میں قطب البلاد لاہور لائے گئے اور یہاں ایک وقت میں فرنگیوں نے جی بھر کر آپ کی بے بسی کا مذاق اڑایا لیکن وہ مرد درویش جس کو اللہ تعالیٰ نے انداز خسروانہ بخشے تھے اور جس کے دم قدم سے اس خطہ میں غلغلہ توحید بلند ہوتا تھا وہ کمال درجہ صبر و ضبط کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرتا رہا تاآنکہ دانش فرنگ ناکام ہو کر رہ گئی اور احمد علی لاہور کے ہی نہیں، پورے پنجاب کی آنکھوں کا تارا بن گئے اعلیٰحضرت بریلوی کے گماشتوں نے بابو رحمت اللہ نامی ایک صاحب کو آپ کے قتل پر مامور کیا انہوں نے رات کو اپنا کام کرنا تھا۔ لیکن وہ دن کو آپ کے درس قرآن میں چلے آئے تاکہ اچھی طرح دن کی روشنی میں پہچان لوں کہ وار غلط نہ جائے لیکن واقعی وار غلط نہ گیا بس اتنا ہوا وار کرنے والا خود ہی اس کا شکار ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ کہ میاں اسے تم گستاخ رسول کہتے ہو؟ اس سے بڑا عاشق رسول اور متبع سنت میں نے نہیں دیکھا۔ اور اب دیکھنا جس نے اس کی طرف میلی نظر کی اس کی آنکھیں نہیں اور جس نے ہاتھ اُٹھایا اس کے ہاتھ نہیں۔ ؎

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

اور یہ سب صدقہ تھا قرآن کی خدمت کا اور ذات رسالت کی تعریف و توصیف کا علامہ انور صابری آپ کے عشق رسالت کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

تو رہا لاہور میں اور دل مدینے میں رہا
بن کے اک موتی محمدؐ کے خزینے میں رہا

اس لاہور میں وہ لوگ بھی تھے۔ جنہوں نے عالم رویا میں آپ کو دو زانو سرورِ کائنات علیہ السلام کی مجلس پاک میں دیکھا اور مسلکی جھگڑے کے سوال پر اس صادق و مصدوق کی زبان سے سنا "جو احمد علی کہتے ہیں وہ حق ہے۔"

آپ کے مواعظ و ملفوظات وغیرہ میں ذاتِ رسالت سے تعلق و عشق کا بہت مواد موجود ہے لیکن یہاں محض اس قدسی صفت پیغمبر پر نازل ہونے والے قرآن عزیز کے ترجمہ و تشریحی حواشی میں سے وہ اقتباسات عرض کریں گے جو ایک وفاکیش امتی کے قلم سے اپنے آقا و ہادی کے متعلق نکلے۔

آپ کے ترجمہ کی ابتداء میں فہرست مضامین بھی ہے جس میں ابواب الرسالہ کے تحت ان تمام آیات کی نشاندہی کر دی ہے جن میں کسی نہ کسی طرح آنحضرت ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کا ذکر ہے۔ ایک باب کا عنوان ہے۔

"سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں" اور ایک کا عنوان ہے۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ، مزید عنوان ملاحظہ فرمائیں:۔

رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرضِ منصبی، حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقربین دربار الٰہی کے امام ہیں۔ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیصلہ جات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قاضی ہیں۔ حضور انور شمع توحید پر قربان ہونے والے مجاہدین کے قائد اعظم ہیں۔ حضورِ انور فداہ ابی و امی ایک فاتح بادشاہ ہونے کے لحاظ سے قیدیوں کو شرائط رہائی پیش کرنے والے ہیں۔ سرور کائنات کی ایک شاہی شوریٰ (پریوی کونسل) ہے جس کے حضور والا سرتاج (پریذیڈنٹ) ہیں۔ اخلاقِ عالیہ کا انتہائی ثبوت کہ اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کے ہدایت یافتہ نہ ہونے پر بحد مغموم ہیں۔

ان عنوانات سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ کا دل رسول اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کی عظمت و محبت اور آپ کی عقیدت و عشق سے کس درجہ معمور ہے؟

تاہم چند مزید اشارات ملاحظہ کر لیں۔ سورہ توبہ کی آیت ۱۲۸ کا نوٹ دیکھیں۔

اے انسانو! (خطاب عام ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر و منافقین) تم سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے کیوں جی چراتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ تم پر رحمت اور برکت نازل ہو تمہاری تکلیف سے ان کو صدمہ ہوتا ہے وہ تو فقط تمہاری بھلائی پر حریص ہیں۔ لہٰذا تم ان کا کہا مانو گے تو اپنا بھلا کرو گے۔ ص ۳۲۹

سورۃ النساء کی آیت ۶۵ پر حضرت والا فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع کی یہ صورت ہے کہ اپنے ہر اختلاف میں آپ کو حکم بنائیں اور پھر آپ کے فیصلے پر سرِ تسلیم خم کر دکھائیں۔

البقرہ کی آیت ۱۴۳ پہ فرماتے ہیں:

"جس طرح ہم نے آپ کو بہترین قبلہ عطا فرمایا اسی طرح امتوں میں سے آپ کی امت کو بہترین امت بنایا۔"

اپنے ایک ملفوظ میں ارشاد فرماتے ہیں:

عقل فقط حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کے سر مبارک میں تھی جس کا آپ کے سینہ اطہر سے جتنا تعلق ہوگا۔ اس کو اتنی ہی عقل ہوگی۔ آپ کے بعد عقل اللہ والوں کو ہوتی ہے... .. تمہارے سلاطین و وزراء کے مقابلہ میں حضور علیہ السلام کا وہ غلام جس کی پوشاک بوسیدہ ہے زیادہ عقلمند ہے۔

(حضرت لاہوری صفحہ نمبر ۹۰)

آپ نے زندگی بھر ملی تحریکات میں حصہ لیا جس کا مقصد محض اس پیغام رشد و ہدایت کا نفاذ تھا جو سرورِ کائنات علیہ السلام کے ذریعے ملا تھا۔

۱۹۳۱ء میں میکلیگن انجینیرنگ کالج کے انگریز پرنسپل نے جناب رسالتمآب علیہ السلام کی شانِ اقدس میں گستاخی کی تو تنہا آپ کی ذات تھی جو عزیز طلباء کی حمایت پر کھل کر میدان میں آئے اور اپنی وفاتِ شریفہ سے چند دن قبل ۲۹ر جنوری ۱۹۶۲ء کو دیال سنگھ کالج لاہور میں انکار حدیث کے فتنہ

(باقی صفحہ ...)

پر پہلی کاری ضرب بھی آپ نے ہی لگائی فرمایا :-

یہاں بہت سی تقریریں ہوئی ہیں، لیکن کسی مقرر نے وہ بات نہیں کہی جو میں کہنا چاہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں منکرِ حدیث منکرِ قرآن ہے۔ منکر قرآن خارج از اسلام یعنی بے ایمان ہے۔

آپ کے انہی جذبات صادقہ کا فیض تھا۔ کہ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر آپ کے درس قرآن میں شرکت فرماتے اور انہوں نے بارہا یہ بات ارشاد فرمائی کہ "احمد علیؒ اللہ کا نور ہے میں شیرانوالہ کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے فرشِ زمین سے عرشِ بریں تک نور کی قندیلیں روشن ہیں اور دنیا کو منور کر رہی ہیں"۔

حضرت جب شرقپور تشریف لے گئے تو میاں صاحب نے بصد اصرار آپ کو منبر پر بٹھایا اور آپ کی اقتدار میں نماز پڑھی۔

ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں۔ کہ "حضور علیہ السلام کی بعثت کے بعد اب روحانی تربیت فقط آپ کی دامن گیری سے ہو سکتی ہے۔"

یہ درویش خدامست جس نے درس قرآن اور اتباع سنت کو اپنی زندگی کا اوڑھنا، بچھونا بنایا تھا اس کے متعلق وقت کے بڑے بڑے لوگوں نے معاصرت کے باوجود جو فتویٰ دیا وہ اس کی عظمت کی دلیل ہے اور سچ ہے کہ جو دامنِ رسالت سے مخلصانہ طریق سے وابستہ ہو کر یادِ الٰہی میں مستغرق ہو جاتا ہے کائنات اس کے سامنے مسخر ہو جاتی ہے۔ حضرت لاہوریؒ بلاشبہ ایسے ہی تھے ان کی روح یادِ الٰہی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ہادیٔ برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے خلاف کوئی قدم اٹھتا نہ تھا —— اس کا صلہ یوں ملا۔ کہ دنیا سے گئے تو لاکھوں نے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کیا۔ آسمانوں سے چھاجوں مینہ برسا اور قبر کی مٹی کستوری کا ڈھیر معلوم ہونے لگی —— ان کی روح مسلمانوں سے اب بھی کہہ رہی ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

بقیہ : احادیث الرسولؐ

گویا جس طرح آدمی ڈھال سے اپنا بچاؤ کرتا ہے اسی طرح روزہ دار روزہ کی مدد سے اپنے دشمن یعنی شیطان سے اپنی حفاظت کرتا ہے۔

دوسری روایت میں آتا ہے کہ روزہ اللہ کے عذاب سے حفاظت ہے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ روزہ جہنم سے حفاظت ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ روزہ کس چیز سے ٹوٹ جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ اور غیبت سے۔

—— آج کل روزہ کاٹنے کے لئے مشغلہ اسے قرار دیا جاتا ہے کہ گپ شپ کی جائے۔ جھوٹی اور سچی کہانیاں سنی اور سنائی جائیں حالانکہ یہ سب ناجائز ہیں۔

بقیہ : حقوق ہمسایہ

جس سے قرابت ہو اور دور کا پڑوسی وہ ہے جس سے قرابت نہ ہو۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ پڑوسی تین طرح کے ہیں ایک وہ جس کے تین حق ہوں پڑوسی کا حق، رشتہ داری اور اسلام کا حق۔ دوسری قسم وہ ہے جس کے دو حق ہوں پڑوس کا حق اور اسلام کا حق۔ تیسری قسم وہ ہے جس کا ایک ہی حق ہو وہ غیر مسلم پڑوسی ہے گویا پڑوسی کے تین درجے ترتیب وار ہوں گے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کہ پڑوس کا حق صرف یہ ہی نہیں کہ اس کو تکلیف نہ دی جائے بلکہ یہ ہے کہ اس کی تکلیف کو برداشت کیا جائے۔

خط و کتابت کرتے وقت —— اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔ منیجر

بالاکوٹ کی تحریک جہاد سے تحریک پاکستان کا آغاز ہوگیا تھا

علماء حق کی قربانیوں کا صحیح اندازہ نہیں لگایا گیا۔ — جسٹس جاوید اقبال

ادارہ خدام الدین کی دینی مساعی کا ثواب علامہ اقبالؒ کو بھی ملتا رہیگا

خدمتِ دین کا یہ مرکز قائم کرنے میں ان کا بھی حصہ ہے — مولانا عبیداللہ انور

انجمن خدام الدین نے غریب اور متوسط طبقے کو ہولناک مہنگائی کے اس دور میں علاج معالجہ کی ارزاں ترین اور تسلی بخش سہولتیں فراہم کرنے کے لئے خدام الدین ہسپتال تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس مقصد کے لئے مدرسہ قاسم العلوم سے متصل خطیر رقم ادا کر کے ۱۸ مرلے کا ایک قطعہ اراضی حاصل کیا گیا۔ ۹ر اپریل ۱۹۸۴ء کو اس کا سنگ بنیاد ممتاز علماء کرام اور لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس جناب جاوید اقبال نے رکھا۔ خدام الدین ہسپتال کے بارے میں مکمل کوائف ایک پمفلٹ میں عنقریب شائع کر دئے جائیں گے۔ فی الحال خدام الدین ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب میں کی گئی تقاریر کی مختصر رپورٹ قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

—— عبدالرشید انصاری

شاعر مشرق حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ کے فرزند اور لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس جناب جسٹس جاوید اقبال نے کہا ہے کہ مسلمانانِ برصغیر کو انگریز سے آزادی دلانے اور غلامی کی زنجیریں توڑنے کے لئے علماء حق نے جو قربانیاں دی ہیں ان کا ابھی تک صحیح اندازہ نہیں لگایا گیا انہوں نے مزید کہا کہ سید احمد شہید بریلویؒ اور مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تحریک جہاد ہی سے قیام پاکستان کی تحریک کا آغاز ہو گیا تھا۔ جناب جسٹس جاوید اقبال شیرانوالہ دروازہ لاہور میں انجمن خدام الدین کے زیر اہتمام خدام الدین ہسپتال کی اساسی تقریب میں صدارتی تقریر کر رہے تھے قبل ازیں امیر انجمن خدام الدین حضرت مولانا عبیداللہ انور نے علامہ اقبالؒ اور انجمن خدام الدین کی مشترکہ دینی مساعی اور تعلقات پر روشنی ڈالی اور انہیں زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اس تقریب میں مولانا قاری محمد اجمل خان حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی اور شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی نے بھی خطاب کیا اسٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب نذیر احمد سیال نے ادا کئے۔

خدام الدین ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھنے کی اس پرشکوہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مہمان خصوصی ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال نے کہا برصغیر میں احیاء اسلام کے لئے حضرت سید احمد شہید بریلویؒ، مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ

اور ان کے رفقاء نے جب تحریک جہاد کا آغاز کیا تو اس وقت عملاً یہ احساس اجاگر ہوا کہ یہ خطۂ ارضی اب دارالاسلام نہیں رہا دارالحرب بن چکا ہے مسلمانوں کے لئے اب دو ہی راستے ہیں یا تو براہِ راست جنگ کر کے دشمن سے اپنا چھنا ہوا اقتدار واپس لیں یا ہجرت کر کے کہیں اور چلے جائیں کیونکہ سیاسی طور پر مغلوب مسلمانوں کے لئے اسلام میں جہاد اور ہجرت کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کی اس وقت یہ رہنمائی علماء حق اور شاہ ولی اللہ کے خاندان نے کی انہوں نے ہجرت بھی کی اور جہاد بھی کیا انہوں نے صوبہ سرحد کو اسی خیال سے جہاد کا مرکز بنایا کہ اس کی پشت پر مسلمان ممالک ہیں اس دور کے نقشہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ صوبہ سرحد کے ساتھ بلوچستان اور سندھ دونوں کے حکمران مسلمان تھے صرف پنجاب میں سکھوں کی حکومت تھی جو مسلمانوں پر مظالم ڈھا رہی تھی اُن علماء ربانیین نے کوشش یہی کی کہ اس علاقے پر جہاں آج پاکستان قائم ہے ان کو آزاد کرا کے یہاں صحیح اسلامی حکومت بنائی جائے اس لئے پاکستان کے قیام کی تحریک ایک اعتبار سے اسی وقت شروع ہو گئی تھی جب شہدائے بالاکوٹ نے سکھا شاہی راج کے خلاف تحریک جہاد کا آغاز کیا تھا۔

آج اس مجلس میں مجھ سے پہلے خلافت اور ریشمی رومال کی تحریکوں کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آج ہمارے ماحول میں ان باتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا دوسرے شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے رہنماؤں کی خدمات تو شمار کی جاتی ہیں مگر حضرات علماء کرام کی جدوجہد آزادی میں قربانیوں کا ابھی تک صحیح طور پر نہ اعتراف کیا گیا ہے اور نہ ہی ان کا حقیقی مقام متعین کیا جا سکا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر علماء کرام کی رہنمائی نہ ہوتی تو وہ بزرگ جن کی پاکستان کی تحریک سے وابستگی ہے بالخصوص حضرت علامہ اقبالؒ اگر ابتداء میں مکتب و مسجد میں نہ جاتے اور ان کی قرآنی تعلیم پہلے مکمل نہ ہوتی تو عین ممکن ہے یہ صورت پیدا نہ ہو سکتی جو بعد میں ان کی فکر میں پیدا ہوئی۔ اور ہم بڑے بدقسمت ہیں کہ ہماری تعلیم اس انداز میں نہ ہو سکی۔ اس دور کے بزرگ بچوں کو اسکول کی تعلیم سے پہلے مکتب و مدرسہ کی تعلیم دلواتے تھے اور مسلمان بچے دوسروں کی نسبت عمر میں بڑے ہو کر اسکول جایا کرتے تھے اس لئے تعلیم کے میدان میں ہم ہندوؤں سے پیچھے رہ گئے لیکن ایک فائدہ ضرور ہوا انہی بزرگوں کے فیض سے "مسلم نیشلزم" کی تحریک نے اس ملک میں جنم لیا اور مسلمانوں کو احساس ہوا کہ وہ من حیث الملت دوسری اقوام و ملل سے الگ ہیں اس لئے انہیں ایک علیحدہ وطن کی ضرورت ہے جس میں وہ اپنے ان اصولوں اور نظریات کے مطابق زندگی گذار سکیں جو ان کا دین بتاتا ہے دین سے ان کی مراد محض مذہب نہیں تمدن بھی تھا کیونکہ دین اسلام اپنے تمدن سے الگ نہیں ہے۔

جناب جسٹس جاوید اقبال نے کہا اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم حاصل کرنے کے تین ذرائع دیئے ہیں عقل[1] حواس خمسہ[2] اور وجدان[3] عقل کے ذریعہ علم حاصل ہو تو انسان عالم بنتا ہے۔ جو علم حواس خمسہ کے تجرباتی ذرائع سے حاصل ہو اسے سائنس کہا جاتا ہے عربی اصطلاح میں اسے حکمت کہتے ہیں اور جو علم وجدان سے حاصل ہو اسے معرفت اور اس علم کے حاصل کرنے والوں کو عارف کہا جاتا ہے سوال یہ ہے کہ جب تک معاشرہ میں یہ ساری خوبیاں پیدا نہ ہوں گی وہ مسلم معاشرہ کیسے بنے گا صحیح اسلامی معاشرہ اسی وقت قائم ہوگا جب علم کے ساتھ حکمت پر بھی توجہ دی جائے گی شیرانوالہ میں انجمن خدام الدین کی طرف سے روح کے لئے تو پہلے سے علوم دینیہ کا انتظام ہے اور بدن کے لئے ایک ہسپتال کا منصوبہ اب سامنے آچکا ہے ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہم مسلم معاشرے کو درپیش معاشی اور دوسری مشکلات ختم کرنے کے لئے

سوچیں آج یہاں ایک طرف قرآنی علوم کی اشاعت اور دوسری طرف ظاہری امراض کے علاج کا انتظام کرنے کا پروگرام پیش کر کے جو توازن قائم کیا گیا ہے درحقیقت یہی حضرت مولانا احمد علیؒ کے مشن کو پورا کرنے کا ٹھیک طریقہ ہے۔

آخر میں انہوں نے کہا کہ اہل علم کی اس تقریب میں مجھے اظہار خیال کا موقع دے کر جو عزت بخشی گئی ہے اس پر حضرت مولانا عبید اللہ انور کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

حضرت مولانا قاری محمد اجمل خان

خطیب اسلام حضرت مولانا قاری محمد اجمل نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا انجمن خدام الدین کی طرف سے "خدام الدین ہسپتال" کی تعمیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت اور انہی کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کا حصہ ہے کیونکہ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عہد میں دینی اور روحانی علوم کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مدرسہ قاسم العلوم کے قیام کے علاوہ لوگوں کی خدمت اور جسمانی صحت و تندرستی کے لئے "دواخانہ قاسمی" بھی قائم کیا تھا۔ انہوں نے کہا دنیا میں انسانی وجود روح و جسم کے اجتماع کا نام ہے اللہ تعالیٰ نے دونوں کی بقا و نشوونما کا انتظام کیا ہے جسم کی ضروریات زمین سے پیدا کی ہیں اور روح کی غذا و دیگر ضروریات کا انتظام فلک الافلاک سے پورا کیا گیا ہے۔ کیونکہ جسم زمین سے پیدا کیا گیا اور روح امر ربی ہے قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ اس لئے سنت نبوی کے مطابق ہمارے اکابر نے بھی روح و جسم دونوں کی دیکھ بھال اور حفاظت و نگہداشت کے لئے جدوجہد جاری رکھی۔ خدام الدین ہسپتال کی تعمیر بھی جسم کی غذا و دوا کی فراہمی کے لئے ہے یہ خدام الدین کے دینی مرکز میں تعلیم الادیان و تطہیر و تصحیح الابدان کی کوششوں کا حسین امتزاج ہے تاکہ خدام الدین روح و جسم دونوں کے لئے رحمتوں اور برکتوں کا مرکز بن جائے۔ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی للّٰہیت اور پُرخلوص جدوجہد کا یہ ثمرہ ہے کہ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ کے زیر نگرانی اللہ کی کتاب قرآن مجید اور حضور اکرمؐ کی سنت اور علوم و نبوت کا فیض یہاں جاری ہے اس کی برکت سے بے شمار لوگوں کو شرک و بدعات سے توبہ کرنے عقیدہ توحید پر پختگی اور اتباع شریعت و سنت نبوی کی سعادت حاصل ہوئی ہے اس سے بڑا کارنامہ اور کیا ہو گا، حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے ایک آدمی بھی اگر تمہاری کوشش اور کہنے سے راہ راست پر آگیا تو یہ دنیا و فیہا سے بہتر ہے۔ حضرت لاہوریؒ کا فیضان آج پوری دنیا میں جاری ہے ان کے اصلاح و تربیت یافتہ اصحاب علم درس قرآن دیتے ہیں تزکیۂ نفس کرتے ہیں اللہ اللہ کرنا سکھاتے ہیں یہ کتنا حسین امتزاج ہے آج یہاں مخلوق خدا کی خدمت اور خصوصاً غریب اور معاشرے کے پسماندہ افراد کو علاج معالجہ کی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے خدمت خلق کے نیک اور عظیم الشان پروگرام کا آغاز ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ قبول و منظور فرمائے اور لوگوں کو دونوں مراکز سے استفادہ کی توفیق بخشے۔

حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا تمام مفسرین اولیاء کرام اور ہمارے اکابر علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید "سراپا رحمت" ہے اس میں ظاہری اور باطنی امراض کی شفا ہے روح انسانی کی تعلیم و ہدایت کے علاوہ قرآن مجید میں انسان کے جسمانی مسائل کا اور امراض کا علاج بھی مذکور ہے حتیٰ کہ بعض ادویات کے نام بھی لئے گئے ہیں۔ قرآن مجید کی اولین سورۃ، سورۃ فاتحہ جہاں پورے دین کا خلاصہ قرآن کا نچوڑ اور روح انسانی کی ہدایت و علاج کے لئے اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نسخۂ کاملہ ہے وہیں یہ سورۃ پاک

ظاہری اور جسمانی بہت سی بیماریوں کا بہترین علاج کرتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے فیہ شفاء للناس خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم کی بہت سی بیماریوں کے لئے علاج اور ادویات تجویز فرمائیں ایک صحابیؓ سے فرمایا اپنے بیمار بھائی کو شہد پلاؤ، طب نبوی پر بہت کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ قطب الارشاد مجاہد فی سبیل اللہ محدث کبیر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ مخلوقِ خدا کو باطنی علوم سے آراستہ کرنے تزکیہ نفس اور روحانی امراض کا مکمل علاج کرتے ہیں کامل وحاذق ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین اطباء بھی تھے آج بھی ہمارے اکثر علماء عوام کے عقائد واعمال کو دینی تعلیم کے ذریعہ درست کرنے کے علاوہ طب کے ذریعہ ان کی ظاہری جسمانی بیماریوں کا بھی علاج کرکے مخلوق خدا کی ہر طرح خدمت کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

ہمارے حضرت امام الاولیاء حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی چشم بینا کو دونوں جانب متوجہ کئے ہوئے تھے ایک طرف تو ان کا جاری کردہ قرآن کریم اور سنت نبوی کی تعلیم وتدریس اور تبلیغ واشاعت کا فیضان ہے اور دوسری جانب آج ان کے جانشین ولی ابن ولی حضرت مولانا عبید اللہ انور کے دستِ اقدس سے جسمانی دارالشفاء کا آغاز ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل وکرم فرمائے اور ہمیں ظاہری باطنی دونوں طرح کی امراض سے شفا نصیب فرمائے آمین۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی

لاہور کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی نے اپنے خطاب میں کہا دنیا کی زیبائش و آرائش دنیا ہی میں ختم ہو جائے گی۔ قیامت اور قیامت کے بعد تک قائم رہنے اور فائدہ دینے والی پائیدار چیزیں ایمان وتقویٰ اور عمل صالحہ ہیں۔ لیکن انسان محض مادی وسائل اور مادی بنیادوں پر اپنی آرزوؤں کے محل بناتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان سب کی بنیادیں ریت پر قائم کی جانے والی کمزور بنیادیں ہیں مضبوط بنیادیں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات اور دین کے احیاء کے لئے نیکی اور بھلائی کے لئے قائم کی جائیں موجودہ کائنات کی تخلیق اور تعمیر جو احسن الخالقین نے کی ہے کس قدر خوبصورت اور اعلیٰ ہے لیکن ان کی تخریب وبربادی کے سامان بھی اسی میں موجود ہیں۔ ابن خلدون نے کہا ہے کہ دنیا میں موجود ہر چیز کے لئے دنیا ہی میں اسباب بقا بھی ہیں اور اسباب ہلاکت بھی۔ اسی طرح پوری کائنات کی بقا اور عافیت کا سامان پیدا کرنے کے علاوہ اس کو تباہ وبرباد کر دینے کے لئے بھی بہت کچھ پیدا کر دیا گیا ہے انسان کی ہدایت کے لئے انبیاء ورسل تشریف لائے لیکن ابلیس کی طاغوتی قوتیں بھی پہلے دن سے موجود ہیں یہ سامان ہلاکت اگر آج موجود ہے تو اللہ تعالیٰ نے بقا وعافیت اور نجات وفلاح کا سامان بھی تاقیام قیامت باقی رکھا ہے اسلام کو اللہ نے آخری دین اور بیت اللہ کو عافیت کا مرکز قرار دیا۔ ارشاد فرمایا وَمَن دخلهٗ کان اٰمنا جو اس میں داخل ہوا عافیت اور امن میں آ گیا۔ بیت اللہ میں داخل ہونے سے مراد صرف خانہ کعبہ کی دیواروں میں داخل ہونا نہیں ہے وہ تو چند گنتی کے لوگ ہیں جو بیت اللہ کے دروازے سے اندر داخل ہونے کی سعادت پاتے ہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ جو شخص بیت اللہ والے آخری نبیؐ اور کعبۃ اللہ کی تعلیمات وارشادات کی روح میں سما گیا اس کے اندر داخل ہو گیا گویا وہ ذہنی اور تخلیقی لحاظ سے بیت اللہ کے اندر ہی داخل ہو کر محفوظ ہو گیا۔ امت کے لئے یہ سامان عافیت ونجات حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے شیرانوالہ میں ایک دینی درسگاہ قائم کرکے مہیا فرمایا اور آج ایک ہسپتال کے قیام کی شکل میں اُن چیزوں سے بچاؤ اور حفاظت کا انتظام کیا جا رہا ہے جو انسان کے جسم میں نقصان اور فساد کا موجب بنتی ہیں کیوں کہ انسان کا پورا جسم پوری کائنات کی مثال ہے جیسے کائنات کی حفاظت اور بربادی کے لئے دونوں طرح کے سامان موجود ہیں اسی طرح انسانی وجود کی حفاظت اور بقا کے ساتھ ساتھ اس کی تخریب وانہدام کے اسباب بھی اپنا وجود رکھتے ہیں۔ خدام الدین ہسپتال کے قیام کا مقصد یہی ہے کہ انسان کو ظاہری بیماریوں اور تکالیف سے بھی بچایا جائے تاکہ وہ نہایت خوش اسلوبی سے اپنے دینی ودنیوی فرائض ادا کر سکے۔

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ

انجمن خدام الدین کے امیر اور حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ کے جانشین حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم نے خدام الدین ہسپتال کی اساسی تقریب میں حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے فرزند اور لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس جناب جسٹس جاوید اقبال، جناب ڈاکٹر منیر الحق، مولانا قاضی زاہد الحسینی، مولانا محمد مالک کاندھلوی، مولانا قاری محمد اجمل جناب ایس ایم ظفر، ڈاکٹر راجہ ممتاز صاحب جو میو ہسپتال کے تمام آنکھوں کے سپیشلسٹوں کے استاد اور سب سے سینئر برائے خصوصی امراض چشم ہیں اور تمام شرکائے تقریب کی تشریف آوری پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے خطاب کا آغاز کیا اور کہا کہ نیکی کی اشاعت یعنی قرآن وسنت کی خدمت کا کام یہاں تقریباً ساٹھ سال سے ہو رہا ہے۔ ہزاروں علماء وفضلاء اور شرفاء کی دین دار بچیاں مدرسہ البنات سے فراغت پاکر پاکستان بھر میں بلکہ دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام اور ملت اسلامیہ کی خدمت کے دینی وملی فرائض شوق و ولولہ سے انجام دینے میں مصروف ہیں۔ دراصل شیرانوالہ لاہور کا یہ دینی مرکز مسلمانوں کے ملی تشخص دین کی سربلندی اور آزادی کی جدوجہد کے عنوان سے پورے برصغیر میں نمایاں مقام کا حامل رہا ہے اس کے بانی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ ہیں اور اس کے سرپرستوں اور محسنوں میں حضرت دینپوری حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ رئیس المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور خود حکیم الامت شاعر مشرق حضرت علامہ اقبالؒ جیسے زعماء ورہنمایانِ دین ووطن شامل ہیں اور یہاں سے بڑے بڑے محقق، اسکالر، مجاہد، مبلغ، سیاستدان، ادیب، مورخ اور علماء وفضلاء پیدا ہوئے ان میں سے صرف ایک نام کا ذکر کرتا ہوں جو اس وقت عالم اسلام کی مسلمہ علمی ودینی شخصیت ہیں یہ ہیں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اللہ تعالیٰ ان کے علم اور عمر میں برکت عطا فرمائے آمین۔ مولانا علی میاں اس وقت جنوبی ایشیا میں عربی زبان کے سب سے بڑے انشاء پرداز اور ادیب ومورخ تسلیم کئے جاتے ہیں انہیں شاہ خالد سے فیصل ایوارڈ ملا ہے۔

وہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی شاگردوں اور خلفاء میں سے ہیں۔ اور اس وقت ہمارے سامنے حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب بھی تشریف فرما ہیں جن کا حضرت مدنیؒ کے خصوصی شاگردوں اور حضرت لاہوریؒ کے اجلہ خلفاء میں شمار ہوتا ہے موصوف بلند پایہ عالمِ دین اور بے شمار کتابوں کے مصنف ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عجیب حکمت ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو انگریزوں کے خلاف باغیانہ تحریک، تحریک ریشمی رول میں حصہ لینے کے جرم میں گرفتار کرکے دہلی سے لاکر لاہور نظربند کیا گیا تھا تاکہ مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کا قصہ ختم ہو اور آئندہ کسی باغیانہ تحریک میں حصہ نہ لے سکیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سے یہاں اپنے دین کا بہت بڑا کام لینا تھا یہ جگہ جہاں اس وقت نابینا حضرات کا اسکول ہے یہ پہلے پولیس لائن تھی اور اس علاقہ میں ان دنوں ایک افغان حکمران "ایوب شاہ" نظربند تھا اس لئے شیرانوالہ دروازہ کے اگلے حصہ کو "بنگلہ ایوب شاہ" کہا جاتا ہے۔ حضرتؒ کو اس علاقہ سے باہر کسی جگہ جانے کی اجازت نہ تھی یہاں پولیس کے چند مسلمان سپاہیوں نے شیرانوالہ دروازہ کے

قریب نماز پڑھنے کے لئے ایک تھڑا سا بنا رکھا تھا اس جگہ پیپل کے درخت کے نیچے حضرتؒ نے قرآن مجید کا درس دینا شروع کر دیا وہاں درس قرآن کی برکت سے مسجد بن گئی قریب ہی بہت سی جگہ خالی پڑی تھی شیرانوالہ اسکول کے ساتھ مندر ہے مندر والوں نے چاہا مسجد کے ساتھ والی جگہ لے کر وہاں بڑا مندر بنائیں۔ حضرتؒ کو یہ سن کر فکر لاحق ہوا۔ ان دنوں حضرت علامہ اقبالؒ انجمن حمایت اسلام کے صدر اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ انجمن کی جنرل کونسل کے ممبر تھے۔ بعد میں وائس پریذیڈنٹ رہے کونسل کے اجلاس میں حضرت نے تجویز پیش کی کہ شیرانوالہ مسجد کے ساتھ واقع قطعہ اراضی خرید کر وہاں بڑی مسجد تعمیر کی جائے ورنہ ہندوؤں نے اس جگہ کو خرید کر وہاں مندر بنا دیا تو بہت بُرا ہوگا۔ مسلمانوں کے لئے اپنی مسجد میں نماز پڑھنا بھی مشکل ہو جائے گا انجمن حمایت اسلام کے ممبروں نے جواب دیا ہم تو اسکول مشکل سے چلا رہے ہیں ہمارے پاس اتنا پیسہ کہاں ہے کہ مسجدوں کا نظام بھی چلا سکیں۔ لیکن علامہ اقبالؒ صرف صاحب قال ہی نہیں صاحب حال آدمی بھی تھے اللہ والوں کے بڑے قدردان تھے ان کی غیرت ایمانی جوش میں آئی کہنے لگے "انشاءاللہ شیرانوالہ کی مسجد ضرور بنے گی اور مولانا احمد علی کے ہاتھوں ہی بنے گی"۔ چنانچہ انہوں نے حضرتؒ کے ہاتھ سے مسجد کا کتبہ لگوایا اور سنگ بنیاد بھی حضرتؒ سے رکھوایا اور تعمیر کے بعد مسجد کو حضرتؒ کی تولیت میں دے دیا۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ اسکولوں میں جن طلباء سے فیس لی جاتی ہے ان سے ایک آنہ فی روپیہ مسجد فنڈ وصول کیا جائے۔ خدا کے فضل سے اس مسجد میں اس دن سے آج تک وسیع پیمانہ پر خدمت قرآن وسنت کا کام ہو رہا ہے اور جب تک یہ مرکز قائم رہے گا حضرت لاہوریؒ کے ساتھ علامہ اقبالؒ کو بھی اس کا ثواب ملتا رہے گا۔

اس وقت میں ایک اور واقعہ کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ایوبی دور حکومت میں جمعۃ الوداع کے موقعہ پر پولیس نے نمازیوں پر لاٹھی چارج کیا جس میں مجھ پر بھی بہت تشدد ہوا۔ یقیناً چیف جسٹس صاحب کو یاد ہوگا کہ اس وقت خود موصوف اور مرحوم ایم انور بار ایٹ لاء میرے پاس میو ہسپتال تشریف لائے اور فرمایا کہ عالم اسلام کی سب سے بڑی حکومت میں جمعۃ الوداع کے نمازیوں پر لاٹھی چارج ہوا اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا آپ ہم سے تعاون کریں مقدمہ ہم لڑیں گے۔ چنانچہ کسی پائی پیسہ کی فیس لئے بغیر انہوں نے ہمارا یہ مقدمہ محض دینی غیرت وحمیت کی وجہ سے لڑا چنانچہ پھر ایس پی ڈپٹی کمشنر گورنر اور خود صدر ایوب نے ریڈیو پر معافی مانگی اور ہم نے سب کو معاف کر دیا کیونکہ ہم ذاتی انتقام نہیں لیا کرتے ایک اور واقعہ یاد آیا کہ خواجہ عبدالوحید صاحب مرحوم جو حضرت علامہ اقبالؒ کے قدر شناس، عقیدت مند اور ان کے قریب ہی رہتے تھے۔ موصوف کا حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت وشاگردی کا تعلق تھا اور دونوں کے درمیان پیغام رسانی کا اہم ذریعہ تھے۔ حضرت علامہ اقبالؒ کی خواہش پر یہاں شیرانوالہ سے ایک انگریزی رسالہ نکالا گیا اس کا نام علامہ اقبالؒ نے "اسلام" تجویز کیا اور انجمن خدام الدین نے اس کی اشاعت کی ذمہ داری اٹھائی خواجہ عبدالوحید صاحب اس رسالہ کو علامہ اقبالؒ کی نگرانی میں مرتب کرتے علامہ اقبالؒ خود اس رسالہ میں مضامین لکھتے لیکن اپنا نام بہت کم شائع ہونے دیتے۔ بہر حال اس گھرانے کے امت پر بہت احسانات ہیں لیکن میں خاص تا جماعتی اور ذاتی طور پر ان کا احسان مند ہوں اللہ تعالے ہمارے صدر موصوف جناب ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کو ملک وملت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق اور عمر دراز عطا فرمائے حضرت علامہ اقبالؒ کی روح کو ہم خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی بے پایاں نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ قرآن کریم اور اسلامی علوم وفنون کی دین اسلام کے مرکز خدام الدین میں جو خدمت ہو رہی ہے اس میں حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا بھی حصہ ہے اس کا ثواب انہیں بھی ہمیشہ

(باقی ۲۶ پر)

فتح مکہ اور عفوِ عام

سید عطاء الرحمٰن جعفری۔ بی۔ اے۔ (آنرز)

رسولِ پاک پر طاغوتیوں نے جب ستم ڈھایا — تو ہجرت کا ارادہ آپؐ نے مکہ سے فرمایا
مشیت تھی کہ ہو تبلیغ کے کاموں میں آسانی — مدینہ کی فضائیں ہوں تجلی گاہ ربانی!
مدینہ کا یکایک جاگ اٹھا بختِ خوابیدہ — منور ہو گئے انصار یثرب کے دل و دیدہ
یہاں بھی اہلِ مکہ آپؐ کو تکلیف دیتے تھے — عذابِ دو جہاں اپنے سر وہ بدبخت لیتے تھے
مگر رحمۃ اللعٰلمین تھی ذاتِ مولیٰ کی — نظر انداز فرماتے تھے گستاخی و بے باکی
ابوسفیان نے بحدِ شقاوت کی نمائش کی — نئی صورت کیا کرتا تھا پیدا کوئی رنجش کی
ہزاروں رنگ سے سرکار کو اس نے اذیت دی — سراپا رحمتِ کونین کو ہر روز زحمت دی
مسلمانوں کو اس کی حرکتوں سے سخت صدمہ تھا — کہ اس سے ہر مسلمان نے نہایت رنج پایا تھا
سقوطِ مکہ مٹھی بھر مسلمانوں نے کر ڈالا — ہوئی دنیائے استبداد پل بھر میں تہ و بالا
دلوں میں دشمنانِ دین کے اندیشہ تھا دہشت تھی — ستایا تھا رسول اللہ کو اس کی ندامت تھی
مگر مانگی اماں کی بھیک ابوسفیان نے آکر — اماں گھر بھر نے لی اس کے بحکم شافعِ محشر
رسول اللہ سے پھر عرض اس نے دست بستہ کی — اماں پائیں میرے گھر میں پناہیں لینے والے بھی
حضورِ سرورِ کونین نے منظور فرمایا — یہ مژدہ پھر ابوسفیان اپنی قوم میں لایا
یہ ذاتِ رحمۃ اللعالمین کی تھی روا داری — پسند آئی نہ اپنے دشمنوں کی ذلت وخواری
سلام اس پر کہ جس نے دشمنوں پر رحم فرمایا — سلام اس پر کہ جس نے محفلِ وحدت کو گرمایا

ہفت روزہ اخبار جہاں کا اداریہ۔

افکار معاصرین

اخوت کی ضرورت ہے نفاق کی نہیں!

ملک کے مقتدر علماء کرام، محب وطن طبقوں، قومی یک جہتی، پر پختہ یقین رکھنے والے سنجیدہ حلقوں اور مختلف مکاتب فکر کے اہل دانش نے جنہیں اس ملک کی بقاء، استحکام اور نیک نامی سے گہری دلچسپی ہے۔

گذشتہ دنوں مذہبی عقائد، مسلک اور فروعی اختلافات کے نام پر پھیلنے والی نااتفاقی اور محاذ آرائی پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے اور اسے پاکستان جیسی اسلامی نظریاتی مملکت کی بنائے تخلیق کے منافی قرار دیا ہے۔ ایک ایسے ملک میں رہنے والے جس کا اب سے ۳۰ برس قبل عالمی نقشہ پر سرے سے وجود نہ تھا۔ اور جو لوگ دنیا کے نقشے میں اور اقوام عالم کی صف میں اپنا تشخص صرف اور صرف ایک متحدہ ملت اسلامی کے طور پر برقرار رکھ سکتے ہیں اگر آپس میں دست و گریباں ہو جائیں، اپنے ہاتھوں اپنا اتحاد پارہ پارہ کرنے لگیں، اپنے ہی ترکش کے تیر ہوں اور اپنوں ہی کے سینے ہوں اپنے ہی خنجر ہوں، اپنے ہی حلقوم ہوں تو اس سے بڑی بدقسمتی کیا ہو سکتی ہے۔ اگرچہ دنیا کے متعدد مقامات پر یہ المناک صورت موجود ہے کہ باہمی تنازعات نے مسلمانوں کے درمیان خونریزی کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے لیکن جہاں بھی ہے، جس لئے بھی ہے یہ نہایت تشویش انگیز ہے اور بلاشبہ ملی اعتبار سے عظیم سانحہ ہے۔

پاکستان میں گذشتہ دنوں پے در پے اسباب و وجوہ کی بناء پر ایک خاص مذہبی تحریک تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے چلائی گئی تھی۔ قائدین تحریک جس انداز سے یہ تحریک لے کر چلے اور عوامی سطح پر خصوصاً علماء دین اور مذہبی مراکز اور مدارس سے اس تحریک کی حمایت میں جو آواز اٹھی اس نے جہاں اس جد و جہد میں نمایاں شدت پیدا کر دی وہاں یہ اندیشے بھی دفعتاً ابھرنے لگے تھے کہ ملک میں علماء، دینی حلقوں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے درمیان خدانخواستہ کوئی ایسی آویزش پیدا نہ ہو جائے جو امن عامہ کے معمولات میں خلل ڈالنے کا سبب بن جائے اور لاء اینڈ آرڈر کی اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے ایک طرف انتظامی مشینری کو سخت گیر رویہ اختیار کرنا پڑے دوسری طرف مذہبی تحریک چلانے والوں کی صفوں میں کچھ مخصوص سیاسی مفادات رکھنے والے لوگ اور سماج دشمن عناصر داخل ہو کر اسے تخریب اور لاقانونیت کی راہ پر نہ ڈال دیں۔

اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے، کہ صورت حال اس حد تک بگڑنے سے پہلے ہی صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اور ان کے رفقائے حکومت نے معاملے کی نزاکت اور مسئلے کی سنگینی کا بروقت نوٹس لیا اور تحریک کے با اختیار نمائندوں سے بات چیت کرکے مسئلے کا حل ڈھونڈ نکالا۔ وفاقی وزارت قانون و پارلیمانی امور کا اسلام آباد سے مورخہ ۲۶ر اپریل ۱۹۸۴ء کو جاری ہونے والا غیر معمولی گزٹ

نوٹیفکیشن اس کامیابی کی واضح مثال ہے اور اس نقطۂ نظر سے ایک مستند دستاویز ہے کہ پاکستان میں اس تحریک کو خوش اسلوبی سے اپنے منطقی انجام تک پہنچا کر مستقبل کے ان خطرات اور اندیشوں پر قابو پایا گیا جو ملک دشمن داخلی عناصر اور بیرون ملک پاکستان کی مخالفت اور دشمنی میں سرگرم لابی کے لئے نئی امیدوں اور کامیابیوں کا سہارا بن گئے تھے۔

قرائن یہ بتاتے ہیں اور اب تک اس بارے میں جن منصفانہ اور بے لاگ آراء کا اظہار کیا گیا ہے ان سے بجا طور پر اس شبہ کو تقویت پہنچتی ہے کہ ملک اور قومی یک جہتی کا شیرازہ منتشر کرنے کی درپردہ پلاننگ میں مصروف عناصر نے مذکورہ تحریک کا مثبت انداز میں اختتام پذیر ہونا گوارا نہیں کیا بلکہ اسے اپنی کھلی ہزیمت تصور کرتے ہوئے اور عبرتناک ناکامی کا قرضہ چکانے کے لئے مسلمانوں میں تصادم، نفاق اور محاذ آرائی کا نیا شوشہ چھوڑا اور اسے آگے بڑھانے کے لئے کتنے وسائل کس انداز سے اور کہاں کہاں سے حاصل کئے گئے ہوں گے اس کا اندازہ کرنے کے لئے اتنی ہی بات کو ذہن نشین کر لینا کافی ہے کہ لاہور کراچی جیسے بڑے بڑے شہروں اور دوسرے اہم علاقوں میں مسلمانوں میں مسلک اور مکتب کے اختلاف رائے پر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہونے کی یہ خطرناک مہم تقریباً ایک ہی وقت میں شروع ہوئی ہے کسی منظم و درپردہ منصوبہ بندی کے بغیر شاید ہی کسی ایسی بات کا اتنی جلدی پورے ملک میں پھیلا دینا ممکن ہو۔ پاکستان تو بہرحال ایک ملک ہے۔ صرف کراچی جیسے بڑے شہر میں اتنے کم وقت میں اس قسم کی تحریکوں کو متعارف کرانا اور ہمہ گیر سطح پر چلانا مشکل ہوتا ہے۔

ایک اور پہلو بھی غور طلب ہے کہ گذشتہ دنوں کی تحریک تحفظ ختم نبوت سے ایک بار پھر یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ مسلمان قوم خواہ کتنی ہی گہری نیند میں اور حالتِ جمود میں ہو، مذہب کے نام اور نعرے پر اسے نہ صرف جگایا جا سکتا ہے بلکہ انتہائی حدود تک جد و جہد کے لئے آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام مکاتب فکر کے علماء خواہ ان کا تعلق مکتب دیوبند سے ہو یا مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ماننے والے ہوں، اہل حدیث ہوں یا مولانا مودودی کے ملفوظات و کتابیات سے متاثر ہوں، کسی بھی مسلک سے وابستہ ہوں ایک اللہ ایک رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم ایک قرآن پر ایمان رکھتے اور ایک امت محمدیہ کا فرد ہونے کی حیثیت سے وحدت ملی کی حفاظت کرنے پر کمربستہ ہو جائیں اور ملک کی بقاء اور ملتِ واحدہ کے اتحاد و اخوت کو ریزہ ریزہ کرنے والے خفیہ طور پر متحرک ہاتھوں، نظر نہ آنے والی سازشوں اور ملک و قوم کے ظاہر و پوشیدہ دشمنوں کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا دیں۔ مناسب ہوگا کہ تمام مکاتب فکر کے سنجیدہ اور متحمل مزاج بزرگ علماء پر مشتمل مشترکہ کمیٹیاں ہر شہر میں بنائی جائیں جو فروعی معاملات اور خالص علمی سطح کے مباحث کو عام لوگوں کے لئے وجہ نزاع نہ بننے دیں تاکہ قوم پہلے کی طرح یک جہتی کے ساتھ اپنی خوشحالی، وطن عزیز کی سلامتی اور سنگین بیرونی خطرات کے دفاع کے لئے قدم بقدم شانہ بشانہ رہ کر اپنے فرائض ادا کر سکے ہم قرآن کریم پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے آئے ہیں تو پھر ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے

فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۔ (آل عمران : ۱۰۳)

(ترجمہ) پس اس نے (اللہ تعالیٰ) نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور اس کی نعمت کے ساتھ تم بھ[ائی]

بقیہ : خطبہ جمعہ

کا عملاً منکر ہو تو کیا اس کی نماز اور کیا روزے۔ روزہ اور نماز اور دین کے سب اعمال ہماری بہتری، بھلائی اور دنیا و آخرت کی کامیابیوں اور سرفرازیوں کے لئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کے کامل احترام روزہ اور دین اسلام کے جملہ احکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ : جاوید اقبال

ملتا رہے گا۔ چیف جسٹس صاحب کا میں پھر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ اپنا قیمتی وقت نکال کر اس تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔

بعد ازاں خدام الدین ہسپتال کی تقریب اساسی کے صدر چیف جسٹس جناب جاوید اقبال صاحب نے خطاب کیا اور آخر میں صاحبزادہ میاں محمد اجمل قادری نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام ہے کہ اس نے ایک نیک کام کے لئے آج یہاں پر رہنمایان ملک و ملت علماء کرام قانون دان حضرات حکام تجار اور صحت عامہ کے شعبہ سے تعلق رکھنے والے مصروف ترین ڈاکٹرز اور اساتذہ کرام سب کو جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔

اس تقریب کے بعد تمام عمائدین وزعماء ملت اس جگہ پر تشریف لائے جہاں خدام الدین ہسپتال تعمیر کیا جا رہا ہے اور سب حضرات نے نیچے بنیاد کے لئے کھدی ہوئی جگہ پر اتر کر سنگ بنیاد رکھا اور اس

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

رفعت ورائے فکر ہے تیرے مقام کی!
بیٹی ہے تو رسول علیہ السلام کی!

دنیا تری نظر میں متاع قلیل و ہیچ
عظمت تھی تیرے دل میں خدا کے کلام کی

فاقوں میں پھروں شکر خدا کے حضور میں
یہ وسعتیں تھیں تیرے سجود و قیام کی

تو اپنی خواہران مبارک کی خیر خواہ
تو غم گسار شوہر ذی احترام کی!

جس کو ابو تراب کہا آں حضورؐ نے
جو مقتدر کڑی تھا الٰہی نظام کی!

کلثومؓ و زینبؓ اور حسینؓ و حسنؓ سے پھول
زینت تھے تیرے حجرۂ جنت مقام کے

صدق و صفا، متانت و غیرت، وقار و حلم
تجھ میں ہر اک صفت تھی رسول انامؐ کی

آتا ہے پاک نام ترا جب زبان پر
سنتا ہوں آسماں سے صدائیں سلام کی

ملحوظ ادب ہے جس کو بنات رسول کا
مضطر اسے نوید بہشت دوام کی

مضطر مجازی مرحوم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴ — ہفت روزہ خدام الدین لاہور
رہائش ۳۱۱۸۲
مدرسہ ۶۴۹۸۰

حضرت اُمّ المومنین
عائشہ صدّیقہ رضؓ

تحریر: بیگم فخر النساء انور، لاہور

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہؓ! تمہارے رنجیدہ اور خوش ہونے کی حالت کو میں بخوبی سمجھ سکتا ہوں۔ جب تم ناخوش ہوتی ہو تو ہمارا نام نہیں لیتی بلکہ کہتی ہو کہ ابراہیم کے رب کی قسم۔ حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ درست ہے لیکن رنج بس صرف آپؐ کا نام نہیں لیتی دل میں تو اس وقت بھی آپؐ کی محبت ہوتی ہے۔

جسم سفر میں وضو کی جگہ تیمّم کا حکم ہُوا اُس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں بلکہ یوں سمجھنا چاہیے۔ کہ انہیں کی برکت سے خداتعالی نے مسلمانوں کی آسانی کے لیے یہ احسان عظیم فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی جگہ ٹھہرے تھے جہاں پانی کا نام بھی نہ تھا۔ اور عائشہ صدیقہ رضؓ کا موتیوں کا ہار گلے میں سے گر کر ٹوٹ گیا تھا۔ آپ نے دو آدمی تلاش کرنے کو بھی بھیجے مگر ہار نہ ملا۔ اسی کشمکش میں صبح کی نماز کا وقت ہو گیا۔ پانی کے لیے سب پریشان تھے حضرت ابوبکر رضؓ نے عائشہ رضؓ کو خوب جھڑکا کہ تمہاری نادانی کی وجہ سے سارے لشکر کو تکلیف ہوئی اور ایسی جگہ رُکنا پڑا جہاں پانی کا نشان تک نہ تھا۔ اس وقت حضورؐ کا سرِ مبارک حضرت عائشہ رضؓ کی گود میں تھا اور آپؐ سو رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے والد کے ادب اور حضورؐ کی بے آرامی کی وجہ سے دم تک نہ مارا۔ تھوڑی دیر کے بعد خداوند کریم نے وہ آیتیں نازل فرمائیں جن میں یہ حکم ہے کہ جب تم کو پانی نہ ملے تو مٹی سے تیمم کر لیا کرو۔"

زندگی بھر میں سب سے بڑی مصیبت جو حضرت عائشہ رضؓ نے دیکھی وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تھی۔ حضرت عائشہ رضؓ کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہُوا اور اس چھوٹی سی عمر میں خاوند کا سایہ سر سے اُٹھ جانا کتنی بڑی مصیبت اور پریشانی کی بات تھی اور پھر خاوند بھی کوئی معمولی نہیں بلکہ نبیوں کا پیشوا اور دین و دنیا کا سردار جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مرض شروع ہوُا۔ جس میں آپ دنیا سے رخصت ہونے والے تھے تو ابتداء میں باری باری ہر ایک بیوی کے مکان پر رہے پھر سب کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو میں باقی دن عائشہ رضؓ کے حجرے میں گزار دوں — چونکہ سب وہی چاہتی تھیں جس میں آپ کو آرام پہنچے۔ چنانچہ نہایت خوشی سے سب نے اجازت دے دی اور آپؐ حضرت عائشہ رضؓ کے پاس رہے وہ بھی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آپ کی خدمت میں مشغول ہو گئیں، دن رات آپؐ کے پاس حاضر رہتیں۔ شدت مرض اور کمزوری کی وجہ سے حضور اپنی مسواک حضرت عائشہ رضؓ کو دیتے وہ دانتوں میں چبا کر نرم کرتیں تو حضورؐ استعمال کرتے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری دوشنبہ کے دن سرورِ کونینؐ کی روح عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی۔ اس وقت آپؐ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے سہارا لگائے لیٹے تھے۔

حضرت عائشہ رضؓ جس کے نازک اور پاک دل نے آج تک کوئی بڑا صدمہ نہ دیکھا تھا آپؐ کی وفات سے حیران و پریشان ہو گئیں۔ سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ لیکن اس قدرتی دانائی اور عقل و ہمت سے کام لیا۔ کہ تمام عالمِ اسلام کے لیے رشد و ہدایت اور علم و فضل کا بیش بہا ذریعہ بن گئیں۔ بڑے بڑے صحابہ کرام مشکل سے مشکل مسائل پوچھتے اور ہمیشہ تسلی بخش جواب پاتے تھے۔

(۱) لاہور رجسٹرڈ بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور رجسٹرڈ بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۱۸۴۲ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

بچوں کا صفحہ

حقوق ہمسایہ

اسعد قادری

ہونہار بچو! آج کی فرصت میں ہم آپ کو پڑوسی کے حقوق پر کچھ معلومات کرانا چاہتے ہیں۔ بعض بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے پڑوسیوں کو تنگ کرتے ہیں گالیاں دیتے ہیں، اپنے کوٹھے پر چڑھ کر ان کے گھروں میں جھانکتے ہیں، مار پیٹ سے بھی دریغ نہیں کرتے، ان کے گھروں میں اینٹ، پتھر، روڑے پھینک دیتے ہیں۔ اور پتنگ بازی کرتے ہوئے ہرگز اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ ہمسایہ کی بہو بیٹی کی بے پردگی ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کے حقوق کے متعلق بہت زیادہ تاکیدیں فرمائی ہیں۔ یعنی اس کا اکرام کرے اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے یعنی جس چیز کا وہ محتاج ہو اس میں اس کی اعانت کرے۔ اور اس سے برائی کو دفع کرے۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے۔ جانتے ہو کہ پڑوسی کا حق کیا ہے؟ اگر وہ تجھ سے مدد چاہے، اس کی مدد کر، اگر قرض مانگے تو اس کو قرض دے اگر محتاج ہو تو اس کی اعانت کر، اگر بیمار ہو تو عیادت کر اور اگر مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جا، اگر اس کو خوشی حاصل ہو تو مبارک باد دے۔ اگر مصیبت پہنچے تو تعزیت کر۔ بغیر اس کی اجازت کے، اس کے مکان سے اپنا مکان اونچا نہ کر جس سے اس کی ہوا رک جائے اگر تو کوئی پھل خریدے تو اس کو بھی ہدیہ دے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو اس پھل کو اس طرح پوشیدہ گھر میں لا کہ وہ نہ دیکھے اور اس کو تیری اولاد باہر لے کر نہ نکلے تاکہ پڑوسی کے بچے اس کو دیکھ کر رنجیدہ نہ ہوں اور اپنے گھر کے دھوئیں سے اس کو تکلیف نہ پہنچا مگر اس صورت میں کہ جو پکاوے اس کو بھی حصہ بھیجے۔

ایک حدیث میں حضورؐ نے (تین مرتبہ) فرمایا۔ خدا کی قسم مومن نہیں ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضورؐ! کون؟ فرمایا جس کا پڑوسی اس کی مصیبتوں اور (بدیوں) سے مامون نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں ـــ کہ حضرت جبرئیل مجھے پڑوسی کے بارہ میں اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے ان کی تاکیدوں سے یہ گمان ہوا کہ پڑوسی کو وارث بنا کر رہیں گے

حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ پڑوس کہاں تک ہے فرمایا۔ کہ چالیس مکان آگے کی طرف اور چالیس مکان پیچھے کی جانب، چالیس دائیں اور چالیس بائیں جانب۔

حضرت ابوہریرہ سے نقل کیا گیا کہ دور کے پڑوسی سے ابتدا نہ کی جائے بلکہ پاس کے پڑوسی سے کی جائے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ میرے دو پڑوسی ہیں کس سے ابتدا کروں۔ فرمایا جس کا دروازہ تیرے دروازے سے قریب ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پاس کا پڑوسی وہ ہے

(باقی ۲۶ پر)